عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

اسلام میں مساجد کی اہمیت وعظمت

جلد: ۴۱ | ۲۰ تا ۲۸ جمادی الثانی ۱۴۴۳ھ مطابق ۲۳ تا ۳۱ جنوری ۲۰۲۲ء | شمارہ: ۴

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
Email: editorkn@yahoo.com

نماز اوابین کی فضیلت واہمیت

س:......''اوّابین'' کے معنی کیا ہیں اور قرآن وحدیث سے ہمیں اس نماز کے بارہ میں کیا تفصیلات ملتی ہیں؟ اوابین کی نماز واجب ہے یا سنت؟

ج:......فرض نماز، سنت مؤکدہ وسنت غیر مؤکدہ کے علاوہ جو نماز پڑھیں اس کو نفل کہتے ہیں۔ جتنی زیادہ نفلیں پڑھیں اتنا ہی زیادہ ثواب ملے گا، اس کی کوئی حد نہیں ہے۔ لیکن بعض نفلوں کا ثواب زیادہ ہے، اس لئے ان کا پڑھنا بہتر ہے اور وہ یہ ہیں: تحیۃ الوضو، اشراق، چاشت، اوابین، تہجد، صلاۃ التسبیح وغیرہ۔

اوابین کے معنے ہیں: اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے۔ مغرب کے فرض اور سنتوں کے بعد کم سے کم چھ اور زیادہ سے زیادہ بیس رکعتیں پڑھے، اس کو اوابین کہتے ہیں۔ حدیث میں اس کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے، جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

''عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: من صلّی بعد المغرب ست رکعات لم یتکلم فی ما بینھن بسوء عدلن لہ بعبادۃ ثنتی عشرۃ سنۃ. (ترمذی، ص:۸۹، ابن ماجہ، ص:۹۸)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مغرب کے بعد چھ رکعات نماز پڑھی اور ان کے درمیان اس نے کوئی بری بات زبان سے نہیں نکالی تو اس کو بارہ سال کی عبادت کے برابر ثواب ملے گا۔

و روی عن عائشۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھا عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: من صلّی بعد المغرب عشرین رکعۃ بنی لہ بیتاً فی الجنۃ. رواہ الترمذی (ص:۸۹)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مغرب کے بعد بیس رکعات پڑھیں، اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔

س:......اوابین کی کتنی رکعات ہیں؟ پڑھنے کا طریقہ کیا ہوگا؟ اگر وقت میسر نہ ہو تو کیا نماز کے بعد سنت مؤکدہ میں اوابین کی نیت کی جاسکتی ہے یا اوابین کی نماز مغرب کے نفل کو ملا کر پڑھ سکتے ہیں یا الگ سے پڑھیں؟ تفصیل سے بتائیں۔

ج:......نماز اوابین کی رکعات کم سے کم چھ ہیں اور زیادہ سے زیادہ بیس ہیں۔ دو دو رکعات کر کے پڑھنا بہتر ہے۔ جس طرح نفل نماز پڑھتے ہیں، اسی طرح پڑھیں۔ لیکن مغرب کی سنت مؤکدہ ضروری ہیں، وہ علیحدہ پڑھیں۔ اس کے بعد نماز اوابین پڑھیں۔ سنت مؤکدہ میں اوابین کی نفل کی نیت کرنا درست نہیں، ہاں! مغرب کی نفل میں اوابین کی نیت کی جاسکتی ہے۔

س:......نماز اوابین سنت کے فوراً بعد پڑھیں یا تاخیر سے بھی پڑھ سکتے ہیں اور مغرب کی نماز کے بعد ہی پڑھنا ضروری ہے یا کسی اور وقت میں بھی پڑھ سکتے ہیں؟

ج:......نماز مغرب کی سنت پڑھنے کے بعد ہی پڑھ لینا بہتر ہے، ویسے عشا کا وقت داخل ہونے سے پہلے تک پڑھ سکتے ہیں۔ مغرب کا وقت ختم ہونے کے بعد پڑھنے سے اوابین کی فضیلت حاصل نہیں ہوگی۔

(باقی صفحہ 19 پر)

ہفت روزہ
ختم نبوۃ
مجلس

مجلس ادارت
صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، علامہ احمد میاں حمادی،
مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۴۱ ۲۰ تا ۲۸ ؍جمادی الثانی ۱۴۴۳ھ مطابق ۲۳ تا ۳۱ ؍جنوری ۲۰۲۲ء شمارہ:۴

اس شمارے میں!

اسلام میں مساجد کی اہمیت وعظمت	۴	محمد اعجاز مصطفیٰ
طوفانی تیرا قافلہ رواں دواں	۷	حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ
اخلاق وعادات نبوی ﷺ	۱۱	مولانا سیّد سلیمان ندویؒ
سیرۃ النبی ﷺ اور سیاست وحکومت	۱۴	مولانا زاہد الراشدی مدظلہ
اتباعِ سنت اور ہمارا طرزِ عمل	۱۷	مولانا شمشیر عالم مظاہری
حضرت مولانا عبدالرزاق لدھیانویؒ	۲۰	مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ
قادیانی عقائد	۲۲	مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
دعوتی وتبلیغی اسفار	۲۵	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

سرپرست
حضرت مولانا حافظ ناصرالدین خاکوانی مدظلہ
مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ
مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر
مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر
عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میؤ ایڈووکیٹ

سرکولیشن مینیجر
محمد انور رانا

تزئین وآرائش:
محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

بیاد
امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سیّد انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
شہید ختم نبوت حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زرتعاون
امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۱۰۰ ڈالر یورپ، افریقہ: ۸۰ ڈالر، سعودی عرب،
متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطی، ایشیائی ممالک: ۷۰ ڈالر
فی شمارہ ۱۵ روپے، ششماہی: ۳۵۰ روپے، سالانہ: ۷۰۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019
AALMIMAJLISTAHAFFUZKHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سیّد شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

ادار یہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

اسلام میں مساجد کی اہمیت وعظمت!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

تاریخ انسانی میں فرد اور معاشرہ لازم اور ملزوم ہیں، فرد کی اصلاح معاشرہ کی اصلاح پر منتج ہوتی ہے اور فرد کا بگاڑ معاشرہ کے بگاڑ کا سبب بنتا ہے۔ اسلام نے فرد اور معاشرہ دونوں کی اصلاح کا اہتمام وانصرام کیا ہے۔ کسی فرد کے حلقہ بگوش اسلام ہونے کے بعد سب سے پہلی ذمہ داری اس پر نماز کی ہے، جو اس کی جسمانی، اخلاقی اور روحانی بیماریوں کا علاج ہے اور معاشرہ کی اصلاح کے لئے نماز باجماعت کو اہمیت اور بڑا مقام دیا گیا ہے، جس سے پابندی وقت، نظم وضبط اور اتحاد ومساوات کا درس ملتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت کے بعد سب سے پہلا اسلامی مرکز دار ارقم کو بنایا، جب کہ اس وقت بیت اللہ شریف قریش کے قبضہ میں تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بعد بیت اللہ کو مرکزِ اسلام بنایا گیا۔ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں پہلے مسجد قبا اور اس کے متصل بعد مسجد نبوی تعمیر کی گئی اور پھر جہاں جہاں اسلامی فتوحات ہوتی گئیں، وہاں وہاں مساجد کا اضافہ ہوتا گیا، حتیٰ کہ اسلامی قلمرو میں کوئی محلّہ، کوئی بستی، کوئی گاؤں یا قصبہ اور شہر ایسا نہ تھا، جہاں کوئی مسجد نہ ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلامی معاشرہ میں مسجد کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔

مسلم معاشرہ میں جب تک مساجد کو اہمیت دی جاتی رہی، اس وقت تک اسلام بھی بلند رہا، لیکن جوں ہی مساجد کی مرکزی حیثیت متزلزل ہوئی اور اسلامی تعلیمات کو چھوڑ کر دوسری تعلیمات کا دور دورہ ہوا، ان تعلیمات سے پروردہ لوگ مساجد سے دور ہونے لگے اور انہوں نے مساجد کو وہ مقام نہ دیا جو اسلامی معاشرہ کا خاصہ رہا ہے۔ اسی لئے تو مسلمان اپنی شان وشوکت کھو کر تنزّل اور پستی کا شکار ہوتے گئے اور بالآخر اسلام کو غربت سے ہمکنار ہونا پڑا۔ حالانکہ مساجد کی آبادی ایمان کی دلیل، مساجد میں آنے والے اللہ تعالیٰ کے مہمان، مساجد کی طرف آنے والوں کے لئے ایمان کی گواہی اور نور کی بشارت، مساجد کی حاضری رحمت الٰہی کا ذریعہ، مساجد کی طرف جانا آنا اور ان میں ٹھہرنا گناہوں کی بخشش اور کفارہ کا ذریعہ قرآن وسنت میں بتایا گیا ہے۔

اب حالت یہ ہے کہ جو ملک اسلام کے نام پر وجود میں آیا، جس کی اساس اور بنیاد ہی اسلامی نظریہ پر رکھی گئی، جس کے آئین اور دستور میں بتایا گیا کہ سپریم لا قرآن وسنت ہیں اور کوئی قانون قرآن وسنت کے خلاف نہیں بنایا جاسکتا۔ اس ملک میں آئے روز اللہ کے گھر یعنی مساجد کو گرانے کی باتیں کی جاتی ہیں، پہلے پرانی سبزی منڈی کی دو مساجد کو گرانے کی باتیں کی گئیں اور کہا گیا کہ: سبزی منڈی کی جگہ جو پارک کا نقشہ بنایا گیا ہے، اس میں مساجد رکاوٹ ہیں۔ اس وقت کے اکابر علماء کرام اور بزرگانِ دین اس کے سامنے سینہ سپر ہو کر کھڑے ہوگئے، الحمدللہ! وہ مساجد آج بھی شان وشوکت سے موجود ہیں۔ اس کے بعد اسلام آباد میں یہ ڈرامہ رچایا گیا، کئی مساجد کو تو پارکوں اور ندی نالوں کی آڑ میں گرانا بھی شروع کردیا گیا، لیکن وہاں بھی مزاحمت ہوئی اور ان کو منہ کی کھانا پڑی۔ اب دوبارہ کراچی میں یہ کھیل شروع ہوگیا ہے۔ پہلے نسلہ ٹاور کے مکینوں کو بے دخل کر کے اس کو گرایا گیا، اب

مدینہ مسجد طارق روڈ کراچی جو تمام دستاویزات اور قانونی کارروائی کے مکمل کئے جانے کے بعد پانچ منزلہ خوبصورت مسجد وجود میں لائی گئی اور عرصہ چالیس سال سے یہاں پر قائم ہے اور اس میں نمازیں ادا کی جارہی ہیں۔ آناً فاناً اس کے گرانے کا حکم سپریم کورٹ سے صادر ہو چکا ہے، جب اس فیصلے پر عدالت عظمیٰ سے نظر ثانی کی اپیل کی گئی تو کہا گیا کہ اگر اس فیصلے کو ہم واپس لیتے ہیں تو ہمارے دوسرے فیصلوں کا کیا ہوگا؟ گویا اسلامی تعلیمات سے ناآشنا اور عصری ومغربی تعلیمات سے پروردہ افسران ومقتدر قوتوں کے نزدیک پارک اور ندی نالوں کی اہمیت تو ہے، لیکن مساجد کی عزت وحرمت اور احترام سے ان کے قلوب یکسر خالی ہیں، ان کے نزدیک مسجد گرانا تو آسان ہے، لیکن اپنا صادر کیا ہوا فیصلہ واپس لینا مشکل ہے، لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

جب کہ مسجد کی یہ جگہ سرکاری جگہ پر بھی نہیں ہے، بلکہ سوسائٹی کی جگہ ہے اور سوسائٹی نے مسجد کے لئے اجازت نامہ بھی دیا ہے، اور تمام سوسائٹی اور مارکیٹ کے لوگ اب بھی چیخ چیخ کر کہہ رہے ہیں کہ ہمیں مسجد چاہیے، پارک نہیں چاہیے۔ اگر یہ مسجد سرکاری پارک کی جگہ پر بھی ہوتی، تب بھی اس کو گرانا کسی حال میں جائز نہ تھا، اس لئے کہ پارک عوام کے مفاد اور سہولت کے لئے ہوتا ہے تو جب عوام اپنے مفاد اور اپنی سہولت کو پارک کی بجائے مسجد میں دیکھ رہے ہیں تو سرکار کو اس میں مداخلت کا کیا جواز ہے؟ کیونکہ عوام بخوبی سمجھتی ہے کہ پارکوں میں کیا کچھ ہوتا رہا ہے اور آج کل کیا کچھ ہو رہا ہے۔ محسوس یوں ہوتا ہے کہ گویا ان مقتدر قوتوں کو پارکوں میں عریانی، فحاشی اور نشئی جتھوں کا اکٹھ اور مظاہرہ تو گوارا ہے، لیکن مسلمانوں کا اللہ تعالیٰ کے ہاں سربسجود ہونا، اس کے سامنے گڑگڑانا، دعائیں کرنا اور رحمت الٰہی کو انسانوں کی طرف متوجہ کرنا ان کو گوارا نہیں، فیا آسفٰی۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

ایسا بھی نہیں ہے کہ یہاں پارک کی ضرورت ہے، کیونکہ اسی مسجد کے قریب ایک بہت بڑا پارک ''جھیل پارک'' کے نام سے موجود ہے، جسے یہاں کے باشندے اپنے لئے کافی اور وافی سمجھتے ہیں۔

مسجد کی تعمیر اور پہلے سے موجود مساجد کی بقا اور استحکام اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے۔ اگر حکومت اس فریضہ سے کوتاہی کرتی ہے تو مسلم عوام کی ذمہ داری بن جاتی ہے کہ وہ مسجد کی تعمیر، اس کی تولیت وانتظام اور اس کے جملہ امور کا اہتمام کرے۔ جو زمین اہل علاقہ کی ضرورت کے لئے مختص ہو، وہاں اہل علاقہ کی رضامندی سے مسجد بنانا جائز ہے اور یہ بھی شریعت کا مسئلہ ہے کہ جب ایک جگہ مسجد بن جائے اور وہ جگہ کسی فرد کی ملکیت میں ہو (سرکاری زمین نہ ہو) تو مسجد بن جانے کے بعد مسجد گرانا تو جائز نہیں، بلکہ اس فرد کو اس زمین کی قیمت اور تاوان ادا کیا جائے گا۔ بہر کیف علمائے کرام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ: مساجد چونکہ شعائر اسلام میں سے ہیں، اس لئے مساجد کے احکام دیگر مکانوں، دکانوں اور املاک وعمارتوں کی طرح نہیں، بلکہ ان سے بالکل مختلف ہیں۔

دوسری املاک وعمارتوں اور مساجد میں بنیادی فرق یہ ہے کہ دوسری املاک مخلوق کی ملکیت شمار ہوتی ہیں، جب کہ مساجد اللہ تعالیٰ کی ملکیت شمار ہوتی ہیں۔ شخصی املاک میں انسان ہر قسم کے مالکانہ تصرف کا مجاز ہوتا ہے، مثلاً ملکیت کا تبادلہ بالعوض یا انتقال وغیرہ ہوسکتا ہے، جب کہ مساجد یا وہ املاک جس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو جاتی ہے، وہاں انسانوں کو کسی قسم کے مالکانہ تصرف، خرید وفروخت، تبادلہ وانتقال وغیرہ کا حق نہیں پہنچتا۔

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جو قطعۂ زمین شرعی مسجد قرار پائے، وہ حصہ تحت الثریٰ سے عرش معلیٰ تک، مسجد کے نام خاص ہونے کے وقت سے قیامت تک مسجد کہلاتا ہے اور پھر مسجد کا یہ احاطہ مسجد کے علاوہ کسی اور مصرف میں قطعاً استعمال نہیں ہوسکتا۔ علماء شریعت اور فقہاء امت نے پوری وضاحت کے ساتھ یہ تصریح فرمادی ہے کہ: ''اگر کہیں آبادی اجڑ جائے اور مسجد کا کوئی نمازی نہ بھی رہے یا مسجد اہل محلّہ کے لئے تنگ ہو جائے اور اس پرانی مسجد کو کھلی

جگہ منتقل کرنے کی ضرورت پیش آرہی ہو، یا مسجد کو کوئی پڑوسی اپنی ضرورت کے توسیعی پروگرام میں شامل کرنا چاہے اوراس کے بدلے مسجد کے لئے وسیع جگہ کا بندوبست کرنا چاہے تو ایسا کرنا اوراس مقصد کی خاطر پرانی مسجد کو ہٹانے اورمنہدم کرنے کی جسارت کرنا کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں، بلکہ ناجائز اورحرام ہے۔‘‘

ہماری عدالت اورحکومت سے درخواست ہے کہ وہ اہل علاقہ کے غیورمسلمان اورجمہورعوام کی خواہش اورمطالبہ کو سامنے رکھتے ہوئے اس فیصلے پرنظرثانی فرمائے اوردنیاوآخرت میں اپنی عزت واحترام اوروقارودبدبہ میں مزید اضافہ فرمائے اوردونوں جہانوں کی سعادتوں اورکامیابیوں کو اپنے نام کرائے۔إن آرید الا الأصلاح ما استطعت، وما توفیقی الا باللّٰہ۔

’’رحمۃ للعالمین اتھارٹی‘‘ کی حقیقت

ہمارے ملک پاکستان کا سربراہ طبقہ اول تو دین اسلام کے نفاذ اوراس کے کسی حکم پرعمل کرنے کے لئے تیارہی نہیں ہوتا اوراگر تیارہوبھی جائے تو اسے ایسا ملغوبہ بناکرپیش کرتا ہے کہ وہ بجائے اسلام کی ترجمانی کے کسی مستشرق اورملحد کے فکروخیال کا آئینہ دارہوتا ہے۔کسی زمانہ میں تحقیقاتِ اسلامی کے نام سے ایک ادارہ بنایا گیا اورمغرب کی یونیورسٹیوں کا پروردہ ایک آدمی (جس کا نام فضل الرحمٰن تھا) کواس کا سربراہ بنادیا گیا،اس نے اسلام کی تحقیقات کی بجائے اسلام میں تحریفات اورالحاد کوفروغ دیا،جس کے بارہ میں محدث العصرحضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری قدس سرہ کے ادارئیے بصائرو عبرکے نام سے آج بھی شاہد ہیں کہ کس طرح اس کا تعاقب کیا گیا اوراس کی تحریفات کوطشت از بام کیا گیا۔اسی طرح عائلی قوانین ان مجتہدین کی سوغات ہے جومسلمانانِ پاکستان کے لئے سوہانِ روح بنی ہوئی ہے۔اس کے بعد صدرجنرل ضیاءالحق صاحب کوشوق اٹھا کہ نظامِ زکوٰۃ‘ مسلمانانِ پاکستان پرلاگوکیا جائے۔نظامِ زکوٰۃ اس طرح بن گیا ہے کہ بجائے زکوٰۃ کے فوائد کے حصول کے الٹا مسلمانوں کے ایمان کوخطرہ میں ڈالنے کا ذریعہ اور سبب بن رہا ہے۔

آج کے وزیراعظم کوبھی شوق اٹھا ہے کہ رحمۃ للعالمین اتھارٹی قائم کریں اور۱۲؍ربیع الاول ۱۴۴۳ھ کواس کا اعلان بھی کردیا گیا اوراس کے لئے ایک ایسے آدمی کو منتخب کیا گیا،جس کا عملی طورپردین اسلام اورسنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دوردور کا بھی واسطہ نہیں۔اس شخص کا نام اعجازاکرم ہے، جس نے امریکن یونیورسٹی کے اسکول آف انٹرنیشنل سروسز سے تقابلی اورعلاقائی علوم میں ایم اے کرنے کے ساتھ ساتھ عالمی سیاست میں ایم اےاورپی ایچ ڈی کی ہے۔لاہور یونیورسٹی آف مینجمنٹ سائنسز (لمز) میں مذہب اورسیاسیات کا ایسوسی ایٹ پروفیسر رہا ہے اور۲۰۰۰ء سے ۲۰۰۲ء تک امریکن جنرل آف اسلامک سوشل سائنسز کے مینجنگ ایڈیٹر کے طور پرخدمات انجام دیتا رہا ہے۔راقم الحروف کا کہنا یہ ہے کہ ایک تو ان کی تقرری کا عمل غیرشفاف ہےاوردوسرا یہ کہ یہ آدمی اپنے علم اورعمل کے علاوہ اپنے کردار کے اعتبار سے بھی اس درجہ کا نہیں کہ اس کورحمۃ للعالمین جیسے مقدس نام والے ادارے کا سربراہ بنایا جائے۔

ہماری تجویز ہے کہ اس ادارہ کا سربراہ اس آدمی کو بنایا جائے جواپنے علم وعمل اورکرداروا خلاق کے اعتبار سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا متبع ہو،اس کے لئے ملک پاکستان میں ایسے علماءکرام اوراسکالرز کی کمی نہیں۔اگرایسا نہیں کرسکتے اوراپنے اعتماد کا ہی آدمی لانا ہے تو اس کے لئے بہترین آدمی وزیرمذہبی امور جناب نورالحق قادری صاحب ہیں،ان کواس اتھارٹی کا سربراہ بنایا جائے،تاکہ پتا چلے کہ عالم دین اورمتشرع آدمی اس اتھارٹی کا سربراہ ہے۔ وصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ سیّدنا محمد وعلٰی آلہٖ وصحبہٖ آجمعین

طوفانی تیرا قافلہ رواں دواں

حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ

ضلع اٹک میں پہلے اسّی اور اب ایک سو گاؤں پر مشتمل ایک علاقہ کا نام چھچھ ہے۔اس خطہ کو بخارا بھی کہا جاتا ہے،اس لئے کہ اس خطہ میں نامور علماء ومشائخ پیدا ہوئے،جن کا نام آتے ہی اب بھی اہل علم کی گردنیں مارے احترام کے خم ہوجاتی ہیں۔اس چھچھ میں دو گاؤں ایسے ہیں جن کی آبادی باہم دگر متصل ہے۔ ایسے گاؤں، قصبات، یا شہر تو دنیا میں بے شمار ہوں گے جو باہم دگر ملے ہوئے ہوں لیکن جن دو گاؤں کا تذکرہ کرنا مقصود ہے،ان کے نام بھی ایک ساتھ ملے ہوئے ہیں۔ایک گاؤں کا نام ویسہ ہے اور دوسرے کا نام موسیٰ پور کامل۔لیکن بولنے میں عام طور پر اہل علاقہ ’’ویسہ موسیٰ پور کامل‘‘ بولتے ہیں۔

مولانا محمد اکرم طوفانی موسیٰ پور کامل میں جناب غلام یحییٰ خان کے گھر پیدا ہوئے۔ جناب غلام یحییٰ خان کے چار بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ بیٹوں کے نام اسلم خان، اکرم خان، نروت خان، شیر نواز خان تھے۔ مؤخر الذکر دونوں زندہ ہیں۔اللہ تعالیٰ انہیں تادیر سلامت رکھیں۔مولانا محمد اکرم طوفانی کے بڑے بھائی اسلم خان کراچی میں ہوتے تھے، وہیں پر وصال ہوا۔آپ کے چھوٹے دونوں بھائی گاؤں میں ہوتے ہیں۔ مولانا کے والد گرامی جناب غلام یحییٰ خان بحری جہازوں کی کمپنی میں ملازم تھے۔ اس زمانہ میں بحری جہازوں پر کام کرنے والے حضرات کے مہینوں مہینوں کے سفر ہوتے تھے۔تمام تر اولاد کی زیادہ تر تربیت والدہ مرحومہ نے کی، جو ایک خدا ترس نیک خاتون تھیں۔مولانا کے آباؤاجداد پٹھان قوم سے تعلق رکھتے تھے،ان کے خاندان کی گوت ’’کوڑھی‘‘ تھی۔ اس کا باعث یہ تھا کہ ان کے کسی بڑے کو کسی درویش نے وظیفہ بتایا تھا کہ جلدی بیماریوں والے مریضوں پر آپ یا آپ کی نسل یہ دم کردیں گے تو اس مریض کو اللہ تعالیٰ شفاء دے دیں گے۔ چنانچہ یہ بات مشاہدہ میں بھی تھی کہ ’’نسلاً بعد نسلٍ‘‘ یہ کوڑھ کے مریضوں پر دم کرتے تھے۔ اس لئے ان کو لوگوں نے کوڑھی کہنا شروع کردیا اور پھر یہ خاندان کی گوت بن گئی۔’’دھدھر‘‘ کے مریض کے لئے سوئی پر دم کرکے سوئی کو دھدھر پر پھیرتے تو مریض کو مرض سے نجات ہوجاتی تھی۔ یہ دم اب تک ان کے خاندان کا معمول چلا آرہا ہے۔

حضرت طوفانی صاحب اپنے والد کی غیر حاضری کے باعث والدہ کا تمام گھریلو کاموں میں ہاتھ بٹاتے تھے۔ پانی لانا، چکی سے آٹا پسوا کر لانا، لکڑیاں جمع کرنا وغیرہ۔والدہ کی اتنی خدمت کرتے تھے کہ ایک دفعہ والدہ کی طبیعت علیل تھی۔ بچپنے میں مولانا نے والدہ کی پوری رات جاگ کر خدمت کا شرف حاصل کیا تو انہوں نے دعا دی۔اپنی تمام تر کامیابیوں کو والدہ کی دعاؤں کا نتیجہ قرار دیتے تھے اور ان کے تذکرہ پر آبدیدہ بھی ہوجاتے تھے۔

ابتدائی طور پر اسکول میں پانچ سات جماعتیں پڑھیں، پھر حفظ قرآن مجید کے لئے کمربستہ ہوگئے۔ دو ہم عمر ساتھی گھر سے باہمی مشورہ کے ساتھ حفظ قرآن مجید کے ارادہ سے سفر کے لئے چلے۔دوسرا ساتھی تو درمیان میں واپس گھر چلا گیا،مگر اکرم خان نے سفر جاری رکھا۔ٹیکسلا پہنچے وہاں سے ہری پور میں ’’مل پور‘‘ ایک گاؤں کے مدرسہ میں حفظ قرآن کے لئے رک گئے۔ یہ پیدل سفر کتنے دنوں میں ہوا۔چھوٹی عمر اکیلی جان،لیکن اکرم خان نے برابر سفر جاری رکھا۔’’مل پور‘‘ گاؤں جامعہ اشرفیہ لاہور کے بانی حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے خلیفہ مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ کا آبائی گاؤں ہے۔ یہاں پر آپ نے حفظ کیا۔اس کے بعد اپنے علاقہ چھچھ کے گاؤں ’’سموں والا‘‘ میں صرف ونحو کے ماہر نامور بزرگ بابا سموں والوں سے پڑھنا شروع کیا۔ اس کے بعد میانی ضلع سرگودھا میں پڑھنے کے لئے آگئے۔ یہاں اٹک جامع مسجد مرکزی کے خطیب مولانا سید منظور احمد شاہ بھی آپ کے ہم درس تھے۔مولانا قاضی مفتی احمد سعید میانی والوں کے ہاں پڑھنے کے دوران قاضی صاحب کے ایک سالا بھی آپ کے ہم درس تھے بلکہ وہ جگری دوست تھے۔ بڑی محبت سے فرمایا کرتے تھے کہ میانی میں حضرت شیخ القرآن مولانا

غلام اللہ خان کا خطاب تھا، ان کو میانی لانے کے لئے اساتذہ نے میری ڈیوٹی لگائی۔ حضرت شیخ کے ساتھ ٹرین پر سفر کیا۔ کسی اسٹیشن پر ایک دو مخالف عقیدہ مل گئے، انہوں نے نازیبا بات کہی۔ حضرت شیخ القرآن نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، انہیں ایسا للکارا کہ وہ دم بخود ہو کر رفو چکر ہو گئے۔ میں (مولانا طوفانی) اس وقت نوخیز تھا۔ حضرت شیخ القرآن کے ساتھ میں بھی ان دونوں کو للکارنے میں حضرت شیخ کے ساتھ سروقد ہو گیا۔ حضرت شیخ القرآن کو میری یہ ادا ایسی پسند آئی کہ میانی پہنچ کر مولانا قاضی مفتی احمد سعید صاحب سے حضرت شیخ القرآن نے فرمایا: ’’قاضی ایہہ جاتک بڑا تکڑا ای او‘‘ کہ ’’یہ لڑکا بڑا جی دار ہے‘‘ مولانا طوفانی مرحوم فرماتے تھے کہ حضرت شیخ القرآن کے ان تشجیعی کلمات نے مجھے بہت ڈھارس دی۔

اس کے بعد مولانا کہاں کہاں پڑھتے رہے، یا میانی کے بعد سرگودھا آ گئے، کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ تاہم یہ یقینی ہے کہ آپ نے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع سرگودھوی کے قائم کردہ جامعہ سراج العلوم مرکزی جامع مسجد بلاک نمبر ا سرگودھا میں ۱۹۶۴ء میں دورۂ حدیث شریف کیا۔ فراغت کے بعد آپ چک ۹۰ سرگودھا میں تشریف لائے۔ یہاں رہائش رکھ لی اور چک کی جامع مسجد کے خطیب مقرر ہو گئے اور پھر اسی چک میں کئی مربعے زمین ٹھیکہ پر لے کر کاشتکاری پر جت گئے۔ اپنا ٹریکٹر لے لیا۔ دن رات زراعت سے گزر بسر کے لئے خاصا سرمایہ جمع کر لیا۔

حضرت مولانا ضیاء القاسمی مرحوم سے زمانہ طالب علمی سے شناسائی ہو گئی۔ اس زمانہ میں مولانا ضیاء القاسمی کی خطابت کی جولان گاہ پورا ملک تھا، مولانا محمد اکرم طوفانی ان کی بے بدل خطابت کے دلدادہ تھے۔ فراغت کے بعد طالب علمی کے زمانہ کی یہ شناسائی دوستی میں بدل گئی۔ مولانا ضیاء القاسمی بلا مبالغہ ایک دوست پرور شخصیت تھے۔ اس دوستی نے بھائی چارہ کا رنگ اختیار کر لیا۔ مولانا طوفانی نے ان کو چک نمبر ۹۰ میں بیانات کے لئے بارہا بلایا۔ جب مولانا محمد ضیاء القاسمی نے مولانا طوفانی کو زراعت کے شعبہ میں مست پایا تو بہت ہی دلی خیرخواہی سے سمجھایا کہ تم نے جو دین کا علم حاصل کیا ہے، اس کا مصرف زراعت نہیں۔ خداتعالیٰ کی شان بے نیازی کہ چند سال کے بعد مولانا طوفانی زراعت چھوڑ کر پھر سرگودھا ’’مقام حیات‘‘ میں آ گئے۔ یہاں مدرسہ امینیہ کی بنیاد ڈالی۔ اس زمانہ میں سرگودھا کے حضرت قاری شہاب الدین پر جوانی کا عالم تھا وہ قطب زمانہ حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلویؒ سے بیعت تھے۔ قاری شہاب الدین سے دوستی کے باعث مولانا طوفانی صاحب نے حضرت بہلویؒ سے بیعت کر لی۔ مولانا طوفانی صاحب کی سعادت ملاحظہ ہو کہ ہر جمعرات شام کو سرگودھا سے سفر کر کے جمعہ صبح کی نماز شجاع آباد اپنے شیخ کے ساتھ ادا کرتے اور جمعہ شام کو شجاع آباد سے سفر کر کے ہفتہ صبح کی نماز سرگودھا میں ادا کرتے۔ سالہا سال اس درویش نے اس ریاضت میں ناغہ نہ ہونے دیا۔

سرگودھا میں ایک حکیم صاحب ہوتے تھے، جو حضرت بہلویؒ کے معالج تھے ان سے ادویات لے کر اپنے شیخ کے ہاں ہر ہفتہ کو مہیا کرنا یہ ڈیوٹی اپنے ذمہ لے لی اور پھر اسی آن سے نبھائی۔ مولانا کی زندگی کا یہ پیریڈ بہت ہی ریاضتوں کا پیریڈ قرار دیا جا سکتا ہے۔ مولانا کی خوش نصیبی ملاحظہ ہو کہ جمعہ فجر کی نماز کا ادھر سلام پھرتا، ادھر مولانا طوفانی اپنے شیخ کے قدموں میں ہوتے۔ اس سے جہاں حضرت شیخؒ کے دل میں آپ کے لئے محبت وشفقت پیدا ہوئی، وہاں مولانا طوفانی بھی اپنے شیخ کی محبت میں فناء ہوتے نظر آتے ہیں۔ قاری شہاب الدین سے آپ کی دوستی کے باعث قاری صاحب مدرسہ امینیہ کے مہتمم اور حضرت طوفانی صاحب ناظم اعلیٰ قرار پائے۔ مولانا طوفانی فرماتے تھے کہ مدرسہ کی جگہ بھی میرے نام ہے۔

فقیر راقم کی یاد اللہ ان کے قیام زمانہ چک نمبر ۹۰ سے ہے۔ حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ کے توسط سے شناسائی ہوئی۔ پھر مزاج کی ہم آہنگی نے محبت ودوستی کا روپ دھار لیا۔ مجلس تحفظ ختم نبوت میں ان کی شمولیت کے زمانہ سے ربع صدی پہلے کی بات ہو گی، مولانا کے ہاں چک نمبر ۹۰ میں مولانا خدا بخش شجاع آبادی اور فقیر کا ایک ساتھ بیان کے لئے جانا۔ اب بھی یاد پڑتا ہے جب آپ مقام حیات میں تشریف لائے۔ فقیر کا ان دنوں ہر سال دس محرم کو جھاوریاں کی جامع مسجد کلاں میں بیان مولانا مولا بخش اور مولانا قاضی عبدالمالک کی دعوت پر جانا طے تھا اور سالہا سال اس پر عمل بھی رہا۔ اس زمانہ میں جھاوریاں آتے یا جاتے ایک ملاقات حضرت طوفانی صاحب کے ہاں واجب نہیں تو افضل المستحبات ضرور تھی۔

ان دنوں فقیر فیصل آباد میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ اور ہفت روزہ ’’لولاک‘‘ کے سب ایڈیٹر کے طور پر کام کرتا تھا۔ مولانا طوفانی کا فیصل آباد آنا ہوتا تو ملاقات ہو جاتی تھی۔ بعد میں حضرت طوفانی صاحب کا مقام حیات مدرسہ امینیہ سے دل بھر گیا تو ریلوے روڈ پر مولانا قاری محمد

اقبال کی مسجد میں سال بھر ڈیرہ ڈال دیا۔ مولانا قاری محمد اقبال آپ کے مقام حیات کے زمانہ کے شاگرد اور بیٹوں جیسے تعلق دار ہیں۔ یہ ۱۹۸۴ء کے لگ بھگ کی بات ہے۔ ۱۹۸۴ء کی تحریک ختم نبوت میں مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ نے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ آپ مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم بھی رہے۔ جب کہ ناظم اعلیٰ مولانا مختار احمد نعیمی اور مرکزی صدر حضرت مولانا خواجہ خان محمد تھے۔ اس زمانہ میں مولانا محمد ضیاء القاسمی نے پورے پنجاب کا ایک تفصیلی دورہ کیا، جس کا مقصد ۲۷/اپریل ۱۹۸۴ء کو راولپنڈی کی ختم نبوت کانفرنس تعلیم القرآن راجہ بازار کے لئے عوام کو دعوت دینا تھا۔ اس سفر میں مولانا محمد ضیاء القاسمی کے ساتھ فقیر راقم اور مولانا امداد الحسن نعمانی ہوتے تھے۔ کبھی ایک، کبھی دونوں، تو اس سفر میں سرگودھا میں مولانا محمد اکرم طوفانی سے ملاقات ہوئی۔ آپ مقام حیات مدرسہ امینیہ سے ریلوے روڈ قاری محمد اقبال کے ہاں رہائش پذیر تھے۔ فقیر کو ایسے یاد ہے کہ اس ملاقات میں مولانا محمد اکرم طوفانی کو مجلس میں کام کرنے کے لئے مولانا محمد ضیاء القاسمی نے ترغیب دی۔ پھر حضرت مولانا خواجہ خان محمد سے عرض کر کے مولانا محمد اکرم طوفانی کی مجلس میں سرگودھا کے لئے تعیناتی کرائی۔ تب اس زمانہ میں شاہی بازار سرگودھا میں میاں محمد عارف کی لوہے کی دکان تھی، اس کے چوبارہ پر مجلس کا دفتر تھا۔ اس زمانہ میں تبلیغی جماعت میلسی کے موجودہ رہنما مولانا محمد اقبال سرگودھا کے مبلغ تھے۔ ان کا سرگودھا سے حضرت مولانا محمد شریف جالندھری مرکزی ناظم اعلیٰ نے تبادلہ کردیا اور مولانا محمد اکرم طوفانی کو سرگودھا کا مبلغ مقرر کردیا۔ پھر آپ ناظم، ناظم تبلیغ، ناظم نشرواشاعت، رکن عاملہ اور ممبر مرکزی شوریٰ کے عہدوں پر بھی فائز رہے۔

بازار میں دفتر ہونے کے باوجود مولانا طوفانی نے اپنا قیام مسجد ریلوے روڈ میں رکھا، تا آں کہ لکڑمنڈی کی مسجد میں خطابت کے لئے آپ تشریف لائے۔ ساتھ میں جگہ تھی، وہ جگہ آپ نے حاصل کی اور پھر کمشنر صاحب سے مل کر جگہ کی سرکاری ریٹ پر رقم ادا کر کے مجلس کے نام قانونی طور پر منتقلی کرائی۔ یہاں پر پھر آپ نے عالمی مجلس کا دفتر قائم کیا اور پھر تا حیات یہاں سے آپ کی تبلیغی سرگرمیوں نے ملک گیر بلکہ بیرون ملک کی رفتار پکڑی۔ دوستوں کو معلوم ہوگا کہ مولانا محمد اکرم طوفانی کی زندگی واقعہ میں سراپا طوفان تھی۔ مولانا چک نمبر ۹۰ میں شیعہ، سنی مسئلہ میں سنی کاز کے رہنما شمار کئے جاتے تھے۔ سرگودھا میں مقام حیات پر آئے تو حیات النبی ﷺ کے مسئلہ کے رہنما کے طور پر سرگرم عمل رہے۔ جمعیۃ علماء اسلام کے لئے خاصہ کام کیا، لیکن مولانا محمد ضیاء القاسمی سے دوستی کے باعث جمعیۃ علماء اسلام ہزاروی گروپ کے سرگودھا میں مدارالمہام تھے۔ اس زمانہ میں آپ کے شیخ حضرت بہلویؒ جمعیت علماء اسلام کے ساتھ تھے اور آپ ہزاروی گروپ کے ساتھ تھے اور دل وجان سے تھے۔ حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی پر دل وجان سے فداء تھے۔ تمام علماء کے علی الرغم ان کو سرگودھا میں بلوانا، بیانات کرانا، اس کے لئے سرگرداں رہنا، آپ کا مشغلہ تھا۔ شہری سطح پر دیگر تحریکوں میں بھی سرگرم عمل رہے۔ بس ہر اٹھتی آواز کے ساتھ متحرک رہنے کی دھن سوار تھی۔ مجلس تحفظ ختم نبوت میں کیا شامل ہوئے کہ ان کی تمام تر مجاہدانہ صلاحیتوں کے صحیح مصرف کا حق تعالیٰ نے اہتمام کر دیا۔ اب آپ کی طبیعت میں ٹھہراؤ آ گیا۔ تمام تر توانائیاں عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور قادیانی کفر بواح کے خلاف وقف ہوگئیں۔ اس پر آپ ایسے دوڑے کہ عشق رسالت مآب ﷺ کا گویا آپ نشان ہوگئے۔ بڑھے اور بڑی تیز رفتاری کے ساتھ آگے بڑھتے گئے۔ کوئی روک آپ کے راستہ میں حائل نہ ہوسکی۔ بہت دیر سے آئے اور بڑی تیزی کے ساتھ بہت دور تک چلے گئے۔ اتنی برق رفتاری سے برقی سیڑھیوں پر عروج کا سفر طے کیا کہ ان کی گردِ راہ کو پانا بھی مشکل ہوگیا۔ ان کا نام قادیانی سورماؤں کے جگر کو شق کرنے کے لئے کافی تھا۔ ایک زمانہ میں جب حضرت مولانا تاج محمودؒ ایسے حضرات فیصل آباد میں حیات تھے۔ قادیانیوں کی خواہش تھی کہ ضلع جھنگ، سرگودھا ڈویژن میں شامل کرائیں۔ اس لئے کہ چناب نگر (ربوہ) اس وقت جھنگ ضلع میں شامل تھا۔ مولانا محمد اکرم طوفانی کے احتساب سے قادیانیت ایسی دم بخود اور لرزاں ترساں ہوئی کہ سرگودھا کے نام سے قادیانیت کے وجود پر نہیں، روح پر بھی لرزہ کا بخار طاری ہوجاتا تھا۔ یہ سب اعزاز حق تعالیٰ نے خدمت ختم نبوت کے صدقہ میں مولانا محمد اکرم طوفانی کو نصیب کیا تھا۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء کے نتیجہ میں امتناع قادیانیت آرڈیننس آیا جس کے تحت قادیانیوں کو اسلامی اصطلاحات کے استعمال سے روک دیا گیا۔ قادیانیوں نے کلمہ سینہ پر آویزاں کرنے کی مہم چلائی۔ مولانا طوفانی نے بھی شیر غرّاں کا روپ دھار لیا، قادیانی مہم دم توڑ گئی۔ قادیانیت کی ہوا اکھڑ گئی اور سرگودھا میں مولانا محمد اکرم طوفانی کے ہاتھوں قادیانیت نے وہ رسوائی

حاصل کی، جس کی وہ مستحق تھی۔

ایف.آئی.اے کے محکمہ میں سرگودھا کے جناب ملک محمد فیاض مرحوم ہوتے تھے، جن کی لاہور ایئرپورٹ پر ایف.آئی.اے کے عملہ کی نگرانی وسربراہی تھی۔ مولانا محمد اکرم طوفانی مجلس تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے متحرک ہوئے۔ قادیانی چیف گرو مرزا طاہر لندن براجمان ہوئے۔ قادیانی لٹریچر لندن و بھارت سے لاہور ایئرپورٹ پر آتا تو ملک محمد فیاض اسے آڑے ہاتھوں لیتے کہ قادیانیوں کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ ملک محمد فیاض صاحب حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ سے بیعت تھے۔ ان کی حضرت طوفانی سے ایسی دوستی ہوئی کہ ان کی ترغیب پر حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ سے مولانا طوفانی بیعت ہوگئے۔ حضرت خواجہ کی بیعت اور امارت نے حضرت طوفانی میں خوابیدہ آپ کی تمام خوبیوں کو ایسا بیدار کیا کہ حضرت خواجہؒ کی محبت میں فنائیت کا مقام حاصل کرلیا۔ یا مولانا طوفانی پر یہ وقت تھا کہ آپ کے شیخ حضرت بہلویؒ جمعیت میں اور یہ دوستی نبھانے کے لئے ہزاروی گروپ میں، یا یہ وقت آیا کہ حضرت خواجہ جمعیت علماء اسلام کے سرپرست تو مولانا طوفانی صاحب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ اور جمعیت کے منادودائی۔ جدھر شیخ کا رخ مبارک، ادھر طوفانی کی دوڑ۔ جمعیت علماء اسلام پھر ایم آر ڈی پھر حضرت مولانا فضل الرحمٰن کے چشم و ابرو کے اشارے پر سب کچھ لٹانے میں پیش پیش۔ کئی مناظر اس وقت ذہن کی سکرین پر ابھر رہے ہیں، لیکن کیا کروں کہ طوالت کا مضمون متحمل نہیں۔ یا ایسا وقت تھا کہ دوستی میں حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی کے حکم پر ہزاروی گروپ میں رواں دواں تھے، یا پھر ایسا وقت آیا کہ حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی نے انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے لئے توجہ دلائی تو ہاتھ جوڑ دیئے کہ حضرت! آپ نے مجلس تحفظ ختم نبوت سے مجھے وابستہ کیا تھا۔ اب تو کچھ ہوجائے اسی پلیٹ فارم سے موت تک وابستہ رہنا ہے۔ اس جواب پر حضرت مولانا ضیاء القاسمی بھی داد دیئے بغیر نہ رہ سکے اور پھر کئی جگہ فرمایا کہ مولانا طوفانی نے دوستی پر نظریہ کو ترجیح دے کر میرے دل میں پہلے سے زیادہ گھر کرلیا ہے۔ کیا یہ لوگ تھے قاری شہاب الدین، حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی، حضرت مولانا مفتی محمود، حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی، حضرت مولانا خواجہ خان محمد، مولانا محمد شریف جالندھری، مولانا محمد ضیاء القاسمی، مولانا محمد اکرم طوفانی، ملک محمد فیاض نوراللہ مراقدہم جن کا بھی کسی حوالہ سے مذکورہ بالا حصہ میں تذکرہ آیا۔ سب کی تربتوں پر حق تعالیٰ کی رحمت موسلا دھار بارش نازل ہو۔ آمین!

یاد آیا کہ مولانا محمد اکرم طوفانی کا مولانا قاری محمد اقبال سے مخلصانہ باپ بیٹے کا سا تعلق تھا، مگر قاری محمد اقبال (س) گروپ میں تھے تو طوفانی صاحب نے یکدم رخ موڑ دیا کہ گویا کبھی شناسائی ہی نہ تھی۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء کے امتناع قادیانیت آرڈیننس کے بعد قادیانی چیف گرو لندن کو سدھارے تو برطانیہ میں کام کرنے کے حوالے سے تقاضا آیا۔ ۱۹۸۵ء میں پہلی ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس کے بعد تسلسل سے یہ سلسلہ قائم رہا۔ کچھ عرصہ بعد مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ نے حضرت خواجہ خان محمدؒ سے درخواست کرکے مولانا محمد اکرم طوفانی کی برطانیہ کانفرنس کی تیاری کے لئے اجازت لی۔ مولانا برطانیہ تشریف لے گئے۔ برطانیہ کے شہروں ہڈرسفیلڈ، برمنگھم، برنلے، ہڑلنگٹن، شیفیلڈ، ڈرھم، ان علاقوں میں بہت وقیع تعداد میں چھاچھی حضرات رہتے ہیں۔ مولانا طوفانی صاحب وہاں کیا گئے کہ گرائیں ہونے کے ناتے صبح وشام بیانات کا ایسا سلسلہ، تعارف اور ربط قائم ہوا، آپ کی خوبیوں نے ان کو ایسا گرویدہ کرلیا کہ چھچھ کے تمام حضرات اس کام کے ساتھ ایسے جڑ گئے کہ سماں قائم ہوگیا۔ پھر تو سال میں دو دو مرتبہ بھی جانا ہوا۔ آپ کا بڑے اہتمام اور بھرپور توجہ کے ساتھ لوگ بیان سنتے۔ آپ بھی استعاروں اور کنایوں کی بجائے ''سو سنار کی ایک لوہار کی'' پر عمل پیرا ہوتے۔ ان کا بیان ملفوف ہونے کی بجائے مکشوف ہوتا تھا، لیکن ان کی یہ ادائیں اور بلند پایہ اخلاص نے سراپا مقبولیت کا باعث بنا دیں۔ ایک بار مجھے یاد ہے کہ انہوں نے ایک مسجد میں بیان کیا۔ اتنا مجمع پرکیف، حسب حال بیان تھا کہ پوری مسجد تالیوں سے گونج اٹھی۔ سامعین نے والہانہ اتنی تالیاں پیٹیں کہ وہ یہ بھول گئے کہ ہم مسجد میں بیٹھے ہیں۔ ان کے بیان کا کبھی یہ عالم ہوتا، لیکن یہ تو ہمیشہ رہا کہ وہ بات سادہ الفاظ میں ایسی کہتے جو لوگوں کے دلوں پر اثر کئے بغیر نہ رہتی۔ مولانا محمد اکرم طوفانی زبان کی بجائے ہاتھ سے بھی کام نکال لینے کے خوگر تھے اور یہ سب کچھ اگلا برداشت کرلیتا۔ غرض کہ زبان وبیان دست وبازو سب کچھ ان کے مشن کے لئے ہمہ وقت حاضر باش رہتے اور وہ اسی ماحول میں سرمست وشرابور رہتے۔ (جاری ہے)

اخلاق وعاداتِ نبوی ﷺ

حضرت مولانا سیّد سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عام فہم تحریر

کسی نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کیسے تھے؟ انہوں نے کہا کہ تم نے قرآن کریم نہیں پڑھا، جو قرآن کریم میں ہے، وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق تھے۔ غرض آپ کی ساری زندگی قرآن پاک کی عملی تفسیر تھی، اور یہ بھی آپ کا معجزہ ہے، خود قرآن کریم نے اس کی شہادت دی اور کہا: ''انک لعلیٰ خلق عظیم ''، یعنی: بے شک! اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ حسن اخلاق کے بڑے رتبہ پر ہیں۔''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت خاکسار، ملنسار، مہربان اور رحم دل تھے، چھوٹے بڑے سب سے محبت کرتے، نہایت سخی، فیاض اور داد و دہش والے تھے، اپنے مہمانوں کی خدمت آپ کرتے، گھر میں رہتے تو گھر کے کام کاج اپنے ہاتھوں سے کرتے، اپنے پھٹے کپڑے خود سی لیتے، اپنے پھٹے جوتے کو خود گانٹھ لیتے، بکریوں کا دودھ اپنے ہاتھوں سے دوہتے، مجمع میں بیٹھتے تو سب کے برابر ہو کر بیٹھتے، مسجد نبوی کی تعمیر اور خندق کھودنے میں سب مزدوروں کے ساتھ مل کر آپ نے بھی کام کئے۔

یتیموں سے محبت رکھتے، غریبوں کی مدد فرماتے، مظلوموں کی فریاد سنتے، مقروضوں کا قرض ادا کرتے، غلاموں پر شفقت فرماتے، کمزوروں پر رحم کھاتے، بیماروں کو تسلی دیتے، بے کسوں کا سہارا بنتے، گناہگاروں کو معاف کر دیتے، دشمنوں کے حق میں دعائے خیر فرماتے، ہمسایوں کی خبر گیری کرتے، ان کے ہاں تحفے بھیجتے اور ان کے گھر جا کر ان کے کام کرتے:

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا

> **آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آدم کے بیٹے کے لئے سر چھپانے کو ایک کپڑا اور پیٹ بھرنے کو روکھی سوکھی روٹی اور پانی کافی ہے۔''**

فقیروں کا ملجا، ضعیفوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی، غلاموں کا مولیٰ
خطا کار سے درگزر کرنے والا
بد اندیش کے دل میں گھر کرنے والا
مفاسد کا زیر و زبر کرنے والا
قبائل کا شیر و شکر کرنے والا
اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا
مس خام کو جس نے کندن بنایا
کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا
عرب جس پہ قرنوں سے تھا جہل چھایا
پلٹ دی بس اک آن میں اس کی کایا
رہا ڈر نہ بیڑے کو موج بلا کا
ادھر سے ادھر پھر گیا رخ ہوا کا

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دس برس آپ کی خدمت میں گزارے، مگر آپ نے کبھی نہ ڈانٹا، نہ مارا، نہ یہ پوچھا کہ تم نے یہ کام کیوں کیا اور یہ کیوں نہ کیا۔ آپ نے تمام عمر میں کبھی کسی کو نہیں مارا اور کیا عجیب بات ہے کہ ایک فوج کا جرنیل جس نے مسلسل نو برس لڑائیوں میں گزارے اور جس نے کبھی لڑائی کے میدان سے منہ نہیں موڑا، اس نے اپنے دشمن پر کبھی تلوار نہیں اٹھائی اور نہ کبھی اپنے ہاتھ سے کسی پر وار کیا۔

احد کے میدان میں جب ہر طرف سے آپ پر پتھروں، تیروں کی تلواروں کی بارش ہو رہی تھی، آپ اپنی جگہ پر کھڑے تھے اور جاں نثار دائیں بائیں کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔

اسی طرح جب حنین کی لڑائی میں اکثر مسلمان غازیوں کے پاؤں اکھڑ چکے تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہاڑ کی طرح اپنی جگہ پر کھڑے تھے۔ صحابہ کرامؓ کہتے ہیں: لڑائی کے اکثر

معرکوں میں آپ وہاں ہوتے تھے، جہاں بڑے بڑے بہادر کھڑے ہونا اپنی شجاعت کا آخری کارنامہ سمجھتے تھے، مگر ایسے خوفناک مقاموں میں رہ کر بھی دشمن پر ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔ احد کے دن جب مشرکوں کے حملہ میں سر مبارک زخمی اور دندان مبارک شہید ہوئے، یہ فرماتے تھے: ’’خداوند! انہیں معاف کر، کیونکہ یہ نہیں جانتے۔‘‘

سالہاسال کی ناکامی کی تکلیفوں کے بعد بھی کبھی مایوسی نے آپ کے دل میں راہ نہ پائی اور آخر کار وہ دن آیا جب آپ اکیلے سارے عرب پر چھاگئے۔ مکہ کی تکلیفوں سے گھبرا کر ایک صحابیؓ نے درخواست کی کہ یارسول اللہ! آپ ہم لوگوں کے لئے کیوں دعا نہیں فرماتے؟ یہ سن کر آپ کا چہرہ سرخ ہوگیا اور فرمایا کہ: ’’تم سے پہلے جولوگ گزرے ان کو آروں سے چیرا گیا، ان کے بدن پر لوہے کی کنگھیاں چلائی گئیں، جس سے گوشت و پوست سب کٹ کٹ جاتا، لیکن یہ تکلیفیں بھی ان کو حق سے پھیر نہ سکیں، خدا کی قسم! دین اسلام اپنے کمال کے مرتبہ پر پہنچ کر رہے گا، یہاں تک کہ صنعا (یمن) سے حضرموت تک ایک سوار اس طرح بے خطر چلا جائے گا کہ اس کو خدا کے سوا کسی اور کا ڈر نہ ہوگا۔‘‘

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ عزم اور استقلال یاد ہوگا، جب آپ نے اپنے چچا کو یہ جواب دیا تھا کہ: ’’چچا جان! اگر قریش میرے داہنے ہاتھ پر سورج اور بائیں پر چاند رکھ دیں، تب بھی حق کے اعلان سے باز نہ رہوں گا۔‘‘

ایک بار دوپہر کو ایک لڑائی میں آپ ایک درخت کے نیچے اکیلے آرام فرمارہے تھے، ایک عرب آیا اور تلوار کھینچ کر بولا: بتا اے محمد! اب تجھ کو مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟ اطمینان اور تسلی سے بھری ہوئی آواز میں جواب دیا: ’’اللہ!‘‘ وہ یہ جواب سن کر کانپ گیا اور تلوار نیام میں کرلی۔

لڑائیوں کے مال غنیمت اور خیبر وغیرہ کی زمینوں کی پیداوار کا حال سن کر کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ اب اسلام کی غربت کا زمانہ ختم ہوگیا اور پیغمبر علیہ السلام بڑے آرام اور تزک واحتشام سے زندگی بسر کرنے لگے۔ ازواج مطہراتؓ اور اہل بیتؓ کے گھروں میں جو کچھ آتا وہ دوسرے ضرورت مندوں اور محتاجوں کی نذر ہوجاتا اور خود آپ کی اور آپ کے اہل بیتؓ کی زندگیاں اسی تنگی اور غربت سے بسر ہوتی تھیں، خود فرمایا کرتے تھے کہ: ’’آدم کے بیٹے کے لئے سر چھپانے کو ایک کپڑا اور پیٹ بھرنے کو روکھی سوکھی روٹی اور پانی کافی ہے۔‘‘ اور اسی پر آپ کا عمل تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ کا کپڑا تہہ کر کے رکھ نہیں دیا جاتا تھا، یعنی ایک ہی جوڑا کپڑا تھا اور دوسرا نہ تھا جو تہہ کر کے رکھا جاتا۔

مہر اعجاز مرتضٰی جلال پور پیروالا کی وفات

مہر اعجاز مرتضٰی جامع مسجد سیّد الشہدا امیر حمزہؓ جلال پور پیروالا کی کمیٹی کے سینیئر نائب صدر تھے۔ صوم وصلوٰۃ کے پابند، دینی اقدار پر فریفتہ، اہل حق کی تمام جماعتوں سے قلبی محبت رکھنے والے انسان تھے۔ جناب محمد اسحاق نعمانی نرالا سوئٹ کے ساتھ مل کر جامع مسجد سیّدنا امیر حمزہ کچہری والی جلال پور پیر والا کی تعمیر اور اس کی نگرانی میں بھرپور حصہ لیا۔

گزشتہ دو سال سے شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ کے ربیع الاول کے ماہ مبارک میں بیانات کرائے۔ مولانا کی تقاریر سے انہیں تحریک ختم نبوت کے ساتھ والہانہ عقیدت ہوگئی۔ چنانچہ ۳؍دسمبر ۲۰۲۱ء کا جمعۃ المبارک کا خطبہ راقم نے ان کی مسجد میں دیا۔ کھانے کا انتظام برادرم عبدالرحمٰن جامی مدظلہ نے کیا ہوا تھا، انہیں روک کر کہا کہ مولانا شجاع آبادی کے ساتھ آپ کا کھانا بھی میرے ہاں ہوگا۔ چنانچہ جمعہ کی نماز کے بعد اپنی دکان پیٹی سائیڈ پر قائم اپنے دفتر میں لے گئے۔ بڑی محبت سے مہمان نوازی کی۔ برادرم عبدالرحمٰن جامی مدظلہ نے فون پر اطلاع دی، مہر اعجاز صاحب نے آج ۱۴؍دسمبر ۲۰۲۱ء جامع مسجد سیّدنا امیر حمزہؓ میں ظہر کی اذان دی۔ ان کا معمول تھا کہ گرمی ہو کہ سردی اذان خود دیتے۔ چنانچہ ابھی نماز کے وقت میں دو تین منٹ باقی تھے کہ دل کا دورہ پڑا جو جان لیوا ثابت ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پسماندگان میں دو بیٹے، دو بیٹیاں اور بیوہ سوگوار چھوڑے۔

۱۰؍دسمبر ۲۰۲۱ء کا جمعۃ المبارک نبیرہ امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ ثالث سلمہ نے پڑھایا۔ انہیں بھی کھانا مہر صاحب نے دیا۔ سیّد کو اطلاع ہوئی تو سیّد بخاری نے کہا کہ میں آ کر ان کی نماز جنازہ پڑھاؤں گا۔ چنانچہ عشاء کی نماز کے بعد ان کی نماز جنازہ چوک فوارہ مرکزی عیدگاہ جلال پور پیروالا میں ادا کی گئی اور انہیں جلال پور کے مرکزی قبرستان ملتان روڈ میں سپرد خاک کیا گیا۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ واعف عنہ وعافہٖ آمین یا اللہ العالمین۔

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں اکثر فاقہ رہتا تھا اور کئی کئی دنوں تک رات کا کھانا نہیں ملتا تھا، دو دو مہینوں تک لگاتار گھروں میں چولہا جلنے کی نوبت نہیں آتی تھی، چند کھجوروں پر گزارا ہوتا تھا، کبھی کوئی پڑوسی بکری کا دودھ بھیج دیتا تو وہی پی لیتے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ نے (مدینہ کے زمانہ میں) کبھی دو وقت سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے، ایک بھوکا آپ کی خدمت میں آیا، آپ نے ازواج مطہراتؓ میں سے کسی کے ہاں کہلا بھیجا، جواب آیا کہ گھر میں پانی کے سوا کچھ بھی نہیں۔ آپ نے دوسرے گھر میں آدمی بھیجا، وہاں سے بھی یہی جواب آیا۔ غرض آٹھ نو گھروں میں سے کہیں پانی کے سوا کھانے کی کوئی چیز نہیں نکلی۔

ایک دن آپ بھوک میں ٹھیک دوپہر کو گھر سے نکلے راستہ میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ ملے۔ یہ دونوں بھی بھوکے تھے، ان کو لے کر حضرت ابوایوب انصاریؓ کے گھر آئے، ان کو خبر ہوئی تو دوڑے ہوئے آئے اور باغ سے جا کر کھجوروں کا ایک خوشہ توڑ لائے اور سامنے رکھ دیا۔ اس کے بعد ایک بکری ذبح کی اور کھانا تیار کیا اور سامنے لاکر رکھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روٹی پر تھوڑا سا گوشت رکھ کر فرمایا کہ یہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے یہاں بھجواؤ، اس کو کئی دن سے کھانا نصیب نہیں ہوا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب وفات پائی ہے تو حالت یہ تھی کہ آپ کی زرہ تین سیر جو پر ایک یہودی کے پاس گروی تھی۔ جن کپڑوں میں وفات پائی ان میں اوپر تلے پیوند لگے ہوئے تھے۔

حضرت فاطمۃ الزہراءؓ سے آپ کو بڑی محبت تھی، مگر یہ محبت سونے چاندی کے زیوروں اور اینٹ چونے کے مکانوں میں کبھی ظاہر نہیں ہوئی۔ بی بی فاطمہؓ اپنے ہاتھوں سے کام کرتیں، مشک بھر کر پانی لاتیں، آٹا گوندھتیں اور اگر کبھی باپ سے کسی غلام یا لونڈی کی فرمائش کرتیں تو فرماتے کہ بیٹی! تسبیح پڑھ لیا کر۔ ایک دفعہ جب بہت سی لونڈیاں اور غلام آئے تو آپ کی خدمت میں جا کر عرض کی، فرمایا: جان پدر! بدر کے یتیم اور صفہ کے مسافر تم سے زیادہ مستحق ہیں۔

افلاس سے تھا سیّدہ پاک کا یہ حال
گھر میں کوئی کنیز نہ کوئی غلام تھا
گھس گھس گئی تھیں ہاتھوں کی دونوں ہتھیلیاں
چکی کے پیسنے کا جو دن رات کام تھا
سینہ پہ مشک بھر کے جو لاتی تھیں بار بار
گو نور سے بھرا تھا مگر نیل فام تھا
اٹ جاتا تھا لباس مبارک غبار سے
جھاڑو کا مشغلہ بھی جو صبح و شام تھا
آخر گئیں جناب رسولِ خدا کے پاس
یہ بھی کچھ اتفاق کہ واں اذن عام تھا
محرم نہ تھے جو لوگ تو کچھ کرسکیں نہ عرض
واپس گئیں کہ پاس حیاء کا مقام تھا
پھر جب گئیں دوبارہ تو پوچھا حضور ﷺ نے
کل کس لئے تم آئی تھیں کیا خاص کام تھا
غیرت یہ تھی کہ اب بھی نہ کچھ منہ سے کہہ سکیں
حیدرؓ نے ان کے منہ سے کہا جو پیام تھا
ارشاد یہ ہوا کہ غریبان بے وطن
جن کا کہ صفہ نبوی میں قیام تھا
میں ان کے بندوبست سے فارغ نہیں ہنوز
ہر چند اس میں خاص مجھے اہتمام تھا
جو جو مصیبتیں کہ اب ان پر گزرتی ہیں
میں ان کا ذمہ دار ہوں میرا یہ کام تھا
کچھ تم سے بھی زیادہ مقدم ہے ان کا حق
جن کو کہ بھوک پیاس سے سونا حرام تھا
خاموش ہو کے سیّدہ پاکؓ رہ گئیں
جرأت نہ کرسکیں کہ ادب کا مقام تھا
یوں کی ہے اہل بیت مطہر نے زندگی
یہ ماجرائے دخترؓ خیرالانام ﷺ تھا

☆☆..........☆☆

اظہارِ تعزیت

اوکاڑہ....۲۶؍دسمبر بروز اتوار ۲۰۲۱ء عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اوکاڑہ کے امیر حضرت مولانا قاری محمد الیاس کے والد گرامی انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم اکابرین ختم نبوت، تبلیغی جماعت کے بزرگوں سے والہانہ محبت رکھتے تھے، جب تک صحت رہی سالانہ تحفظ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں رفقاء کے ساتھ شریک ہوتے رہے۔ کافی عرصہ سے فالج کی وجہ سے صاحبِ فراش تھے۔ علاج معالجہ جاری رہا کہ وقت موعود آن پہنچا۔ اوکاڑہ کے علماء کرام نے ایک اجلاس کے ذریعہ سے قاری صاحب سے تعزیت کی۔ اللہ تعالیٰ حضرت قاری صاحب کے والد مرحوم کی آخرت کی منازل کو آسان فرمائے، قاری صاحب کے خاندان کو صبر جمیل نصیب فرمائے۔ آمین۔

سیرۃ النبی ﷺ اور سیاست وحکومت

حضرت مولانا زاہد الراشدی مدظلہ

اس عنوان سے متعلق پہلی بات تو یہ ہے کہ کیا سیاست کا نبی سے اور نبی کا سیاست سے کوئی تعلق ہوتا ہے؟ قرآن کریم کہتا ہے کہ ہاں ہوتا ہے بلکہ دینی سیاست کی بنیاد ہی نبوت ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کا ذکر کیا اور فرمایا، ہم نے ان کو نبوت بھی دی تھی، بادشاہت بھی دی تھی اور حکمت بھی دی تھی، چنانچہ انبیائے بنی اسرائیل علیہم السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد یوشع بن نون علیہ السلام سے لے کر حضرت زکریا علیہ السلام تک اکثر انبیاء حاکم اور قاضی بھی تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے خلافتِ ارضی دی تھی، فرمایا: ’’یاداؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض‘‘ (سورہ ص:۲۶)۔ یہ خلافت کون سی تھی؟ ’’فاحکم بین الناس بالحق‘‘ (سورہ ص:۲۶) یہ حکومت والی خلافت تھی جو اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد کو دی۔ جبکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو ایسی بادشاہت دی جس کی دعا کرتے ہوئے انہوں نے کہا تھا: ’’قال رب اغفرلی و ھب لی ملکًا لا ینبغی لاحدٍ من بعدی‘‘ (سورہ ص:۳۵) اے اللہ! ایسی بادشاہت دے جو میرے بعد کسی کو نہ ملے۔ اور واقعتاً اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسی بادشاہت دی جو پھر کسی کو نہیں ملی۔ ہوا پر، جانوروں پر، پرندوں پر اور جنوں پر بھی ان کی حکومت تھی، اس ریاست کا نام اسرائیل تھا۔ بخاری شریف کی روایت ہے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: ’’کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلما ھلک نبی خلفہ نبی‘‘ کہ بنی اسرائیل کی سیاسی قیادت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کرتے تھے، ایک نبی تشریف لے جاتے تو دوسرے نبی آ جاتے، وہ جاتے تیسرے نبی آ جاتے۔ پھر فرمایا ’’انہ لا نبی بعدی‘‘ میرے بعد نبی کوئی نہیں آئے گا۔ تو پھر سیاسی قیادت کون کرے گا؟ فرمایا ’’سیکون بعدی خلفاء‘‘ میرے بعد خلفاء سیاسی قیادت کرتے رہیں گے اور یہ تسلسل قائم رہے گا۔ یہ میں نے پہلی بات کی کہ دینی سیاست نبوت ہی کی بنیاد پر چلتی ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام امام، قاضی، معلم، حکمران اور سیاستدان سبھی کچھ ہوتے تھے۔ اکثر انبیاء سیاست کرتے آئے ہیں، خود جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکومت و ریاست بنائی، جنگیں لڑیں، صلح کی، مقدمات کے فیصلے بھی کیے، جو کچھ سیاست میں ہوتا ہے سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔

دوسری گزارش یہ ہے کہ سیاست کا سب سے بڑا مقصد ریاست وحکومت قائم کرنا ہوتا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اردگرد کے قبائل کو ملا کر ایک ریاست قائم کی جس کو ریاستِ مدینہ کہتے ہیں۔ اس ریاست میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت تھی، رسول اللہ کی اس ریاست وحکومت کو سبھی تسلیم کرتے تھے، یہودی بھی، قبائل عرب بھی، اور مسلمانوں کے دونوں بڑے گروہ مہاجرین وانصار بھی۔ آپؐ نے یثرب تشریف آوری سے پہلے ہی معاہدہ کر لیا تھا کہ حکومت میری ہوگی اور حکم میرا چلے گا۔ اس کو میثاقِ مدینہ کہتے ہیں جسے اوس اور خزرج دونوں نے قبول کر لیا تھا۔ ریاست مدینہ جب قائم ہوئی تو بحیرہ سمندر کی ساحلی پٹی پر قائم ہوئی تھی، اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اس وقت یعنی اس دس سال کے عرصے میں یہ حکومت یمن، بحرین، نجران، نجد، حجاز یعنی پورے جزیرۃ العرب پر پھیل چکی تھی۔ یہ پورا علاقہ اس ریاست کا حصہ تھا۔ اور جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالی تو اس پورے خطے کی حکومت سنبھالی۔ یہ میں نے دوسری بات بیان کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مدینہ منورہ میں ریاست قائم کی اور وہ ریاست حضرات صحابہ کرامؓ کے حوالے کی۔

تیسری بات یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ ایک سوال آج کل عام طور پر کیا جاتا ہے کہ اسلامی ریاست کیسے قائم ہوتی ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یثرب پر ریاست مدینہ کے نام سے حکومت قائم کی۔ سوال یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبضہ کر کے ریاست قائم کی تھی یا مذاکرات کر کے قائم کی تھی؟ مدینہ پر قبضہ نہیں کیا تھا بلکہ

مذاکرات تین سال چلتے رہے ہیں، بیعت عقبہ اولیٰ، بیعت عقبہ ثانیہ، اوران سے پہلے ایک سال۔ یہ تین سال گفتگو چلتی رہی، معاہدات طے ہوتے رہے، شرطیں طے ہوتی رہیں، بیعت لی جاتی رہی۔ تین سال تو اوس اورخزرج سے مذاکرات چلتے رہے جبکہ مدینہ آ کرحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں سے جنگ نہیں لڑی بلکہ صلح صفائی سے ریاست قائم کی۔ جنگ تو خیبر میں جا کرہوئی۔ اسلامی ریاست کی بنیاد علاقے کے قبائل کو اعتماد میں لے کررکھی گئی، اس ریاستِ مدینہ میں مسلمان بھی تھے، غیر مسلم بھی تھے، سب کو اعتماد میں لے کر ریاست کی بنیاد رکھی گئی۔ اس لئے اسلامی ریاست کی پہلی بنیاد قبضہ پر نہیں ہے بلکہ اس کی بنیاد باہمی اعتماد، مذاکرات اور صلح صفائی پر رکھی گئی ہے۔ میثاقِ مدینہ اعتماد سے قائم ہوا تھا، مسلط نہیں کیا گیا۔ اور اس کے بعد جب حضرت ابوبکرؓ نے خلافت سنبھالی تو کیا قبضہ کیا تھا؟ نہیں! لوگوں کے مشورے سے حکومت قائم کی تھی، حضرت عمرؓ کی حکومت بھی شوریٰ سے قائم ہوئی تھی، آپ نے قبضہ سے حکومت نہیں لی تھی۔

اس پس منظر میں دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو جو سیاسی حقوق دیے وہ کیا تھے؟ بنیادی دو حقوق کا ذکر کرتا ہوں:

پہلی بات یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرکاری فیصلوں اور مشاورت میں لوگوں کو شریک کیا۔ جس معاملے میں وحی نہیں آتی تھی اس میں مشورہ کرتے تھے اور صرف مشورہ کرتے ہی نہیں تھے مشورہ مانتے بھی تھے۔ بدر میں جب قیدیوں کے بارے میں فیصلہ کرنا تھا تو مشورہ سے فیصلہ کیا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ کی رائے تھی کہ فدیہ لے کر چھوڑ دیں، حضرت عمرؓ کی رائے تھی کہ ان کو قتل کیا جائے۔ آپؐ نے صحابہؓ کی رائے سنی اور پھر حضرت ابوبکرؓ کی رائے پر فیصلہ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ٹوک دیا کہ جناب یہ آپ نے کیا کِیا؟ اب کرلیا ہے تو ٹھیک ہے لیکن کیوں کیا ہے ایسے نہیں کرنا چاہئے تھا، عمرؓ کی رائے ٹھیک تھی۔ فرمایا: ”ما کان لنبی ان یکون له اسریٰ حتی یثخن فی الارض“ (سورۃ الانفال ۶۷)

غزوہ احد کے موقع پر آپ کو علم ہوا کہ قریش کا لشکر آ رہا ہے اور بہت بڑا لشکر ہے۔ آپ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا کہ مدینہ کے اندر رہ کر لڑنا چاہئے یا باہر نکل کر لڑنا چاہئے؟ لڑائی کا ایک طریقہ یہ ہوتا ہے کہ شہر کے سارے راستے بند کر دیں تا کہ جب دشمن حملہ کرے تو سب مقابلہ کریں اس کو دفاعی جنگ کہتے ہیں۔ دوسرا طریقہ کھلی جنگ کا ہوتا ہے کہ میدان میں جا کر مقابلہ کیا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشورہ لیا کیونکہ وحی نہیں آئی تھی، اللہ رب العزت بعض معاملات میں وحی نہیں بھیجتے تھے کہ مشورہ کرو، یعنی کبھی حکمت کا تقاضا ہوتا ہے تو وحی نہیں بھیجی جاتی۔ مشورہ کیا تو دونوں رائیں سامنے آئیں، ایک یہ کہ میدان میں نکلتے ہیں، وہاں لڑیں گے کہ پہلے بدر میں ہمارا کچھ نہیں بگڑا اب کیا ہونا ہے۔ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ بہت سوں نے کہا یا رسول اللہ! حالات ٹھیک نہیں ہیں اس لئے مدینہ کے اندر رہ کر لڑتے ہیں، یہاں یہ فائدہ ہوگا عورتیں اور بچے بھی لڑائی میں شریک ہوں گے، اوپر سے دشمن پر پتھر بھی پھینکیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے بھی یہی تھی کہ مدینہ کے اندر رہ کر لڑا جائے باہر نہ جائیں۔ اس رائے کا اظہار فرما دیا لیکن فیصلہ دوسری رائے پر کیا کہ مدینہ سے باہر نکل کر لڑا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف مشورہ کرتے نہیں تھے مشورہ مانتے بھی تھے۔ آپ نے حکم فرما دیا چلو باہر جا کر لڑنا ہے تیاری کرو۔ آپ اندر گئے، تیار ہو کر باہر نکلے تو جن لوگوں نے اصرار کیا تھا کہ نہیں ہم باہر جا کر لڑیں گے ان کو خیال ہوا کہ ہم نے غلطی کی ہے، آپ کی رائے باہر جا کر لڑنے کی نہیں تھی، ہم نے رسول اللہ کو اپنی رائے پر مجبور کیا ہے، ہم نے ٹھیک نہیں کیا، ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے کے مقابلے میں رائے قائم نہیں کرنی چاہئے تھی، ندامت و شرمساری ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم سے غلطی ہوگئی ہے، ہم نے آپ کو اپنی رائے پر مجبور کیا ہم اپنی رائے واپس لیتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب مشورے کے بعد فیصلہ ہو چکا ہے، اب فیصلہ ہی مشورہ ہے۔ اب وہی ہوگا جو فیصلہ ہو چکا۔ میں نے یہ عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشورہ کرتے ہی نہیں تھے مشورہ مانتے بھی تھے۔

ایک واقعہ اور عرض کرتا ہوں کہ مشورے کا طریقہ کار کیا تھا؟ اس بارے میں سنت نبوی کیا ہے۔ یہ بھی بخاری شریف کی روایت ہے حنین کی جنگ میں بنو ہوازن کو شکست ہوئی، بہت سے قیدی اور بہت سا مال غنیمت میں ملا۔ آپ نے قیدی اور مال غنیمت فوراً تقسیم نہیں کیے بلکہ انتظار کرتے رہے کہ اگر وہ لوگ ایمان لے آتے ہیں تو ان کو قیدی اور مال واپس کر دیں گے۔ سترہ دن انتظار کرتے رہے، وہ نہیں آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدی بھی اور مال و دولت، سونا چاندی بھی تقسیم کر دیا۔ تقسیم کر دینے کے اگلے دن بنو ہوازن کا وفد آیا، یا رسول اللہ! ہم توبہ کرنے اور ایمان قبول کرنے آئے ہیں۔ مہربانی کر کے ہمارے قیدی اور ہمارا مال ہمیں واپس کر دیں۔ آپ نے فرمایا: میں نے سترہ دن تمہارا انتظار کیا، تم نہیں آئے تو اب میں

نے تقسیم کر دیئے ہیں۔ تقسیم سے پہلے اختیار میرا تھا، تقسیم کے بعد جن کی ملکیت ہو چکی ہے، اختیار ان کا ہے۔ اب ان سے پوچھنا پڑے گا کہ واپس کرتے ہیں یا نہیں کرتے۔ لیکن تم چل کر آئے ہو تو تمہیں خالی واپس نہیں بھیجتا، میں ان سے بات کرتا ہوں۔ مگر تم ایک چیز اختیار کر لو یا قیدی واپس لے لو یا مال واپس لے لو۔ دونوں چیزیں واپس نہیں ملیں گی۔ انہوں نے کہا اگر دونوں چیزیں واپس نہیں کرتے تو پھر ایسے کریں کہ ہمیں قیدی واپس کر دیں، مال واپس نہ کریں۔ آپ نے فرمایا جن کی وہ ملکیت ہو چکی ہے میں ان سے پوچھوں گا۔ چنانچہ آپ نے لشکر اکٹھا کر لیا، بارہ ہزار کا لشکر تھا۔ آپ نے فرمایا: یہ تمہارے بھائی آئے ہیں، توبہ کر کے ایمان قبول کرنے آئے ہیں۔ میں ان کا انتظار کرتا رہا ہوں، یہ وقت پر نہیں آئے، اب میں نے ان سے وعدہ کر لیا ہے کہ ایک چیز واپس کروں گا۔ ان کا کہنا ہے کہ قیدی واپس کر دیں۔ لیکن قیدی اب تمہاری ملکیت ہو چکے ہیں، تم قیدی خوشی سے واپس کر دو تو تمہاری مرضی اور اگر نہیں جی چاہتا تو بھی واپس کر دو، میرے ذمے قرضہ رہا۔ اگلی جنگوں میں پہلے تمہارے قیدی ادا کروں گا، پھر تقسیم کروں گا۔ لشکر سے آواز آئی، یارسول اللہ! ہم راضی ہیں خوشی سے واپس کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس طرح تمہاری رضا، عدمِ رضا کا صحیح پتہ نہیں چل سکتا کہ سارے راضی ہیں یا نہیں ہیں۔ اس لئے سب اپنے خیموں میں جاؤ، تمہارے نمائندے (عرفات) رات خیموں میں تم سے بات کریں گے اور مجھے صبح بتائیں گے کہ کون راضی ہے کون راضی نہیں ہے، تب فیصلہ کروں گا۔ ساری رات مشورے چلتے رہے۔ صبح کو سارے نمائندوں نے عرض کیا یارسول اللہ! سب راضی ہیں، تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا اور ان قیدیوں کو واپس کر دیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام صحابہ کرامؓ سے رائے لیتے تھے، مشورہ لیتے تھے، جہاں سب سے اکٹھی رائے لینا ممکن نہیں ہوتا تھا وہاں نمائندوں کے ذریعے رائے لیتے تھے۔ آپ نے حکومتی معاملات میں عام لوگوں کو مشورے کا اور رائے دینے کا حق دیا، اور جائز مشورہ ہو تو اس کو مانا بھی ہے، جبکہ مشورہ میں سب راضی ہیں یا نہیں اس کی تسلی بھی کرتے تھے۔

دوسرا بڑا سیاسی حق جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا جس پر آج تک بحث ہو رہی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے حکمرانی کا نظام وحی کے ذریعے چلتا تھا، پیغمبر ہی حکمران ہوتا تھا اور پیغمبر وحی سے بنتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی بند ہو گئی، اب پورے جزیرۃ العرب کی حکومت ہے، اس پر جو خلافت قائم ہوئی اس کا حاکم کون ہوگا؟ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارے تو بہت کیے کہ میرے بعد ابوبکر صدیقؓ خلیفہ ہوں گے، مصلے پر بھی کھڑا کیا، اشاروں میں کسر نہیں چھوڑی، لیکن مقرر نہیں کیا اور فرمایا کہ امت فیصلہ کرے گی۔ بخاری شریف کی روایت ہے ایک دفعہ آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا، اپنے ابا جان کو اور بھائی عبدالرحمٰن کو بلاؤ کہ میں لکھ دوں تا کہ بعد میں خواہ مخواہ کوئی جھگڑا نہ کھڑا ہو جائے۔ پھر فرمایا، چھوڑو رہنے دو۔ اور ایک جملہ فرمایا ''یابی اللہ والمؤمنون الا ابا بکر'' اللہ بھی کسی اور کو نہیں بننے دے گا اور مسلمان بھی ابوبکر کے سوا کسی کو نہیں بنائیں گے۔ یہ حکم نہیں تھا، خبر تھی کہ مسلمان خود ہی فیصلہ کریں گے اور ان کا فیصلہ درست ہوگا، اور یہ مسلمانوں کی عمومی رائے پر اعتماد کا اظہار بھی تھا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد خلافت کا فیصلہ کس نے کیا؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلافت نہ قبضہ کر کے سنبھالی اور نہ خاندان کی بنیاد پر کہ میرے خاندان کا حق ہے، بلکہ مشورے سے آپ خلیفہ بنائے گئے۔ آپ کی حکومت کا جواز مشورہ تھا اور سقیفہ بنی ساعدہ میں صرف مشورہ نہیں ہوا بلکہ سامنے دوسرا امیدوار بھی موجود تھا اور وہ تھے سید الانصار حضرت سعد بن عبادہؓ جو خزرج کے سردار تھے۔ انصارِ مدینہ تقریباً فیصلہ کر چکے تھے کہ حضرت سعدؓ کو خلیفہ بنانا ہے، صرف بیعت باقی تھی۔ یہ تو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ وقت پر پہنچ گئے اور معاملہ سنبھال لیا ورنہ گڑبڑ ہو گئی تھی۔ وہاں مذاکرات ہوئے، بحث مباحثہ ہوا۔ حتیٰ کہ جب حضرت ابوبکرؓ نے کہا، خلیفہ تو قریش میں سے ہوگا تو حباب بن منذر نے کہا: ''منا امیر و منکم امیر'' ایک امیر تمہارا ہوگا اور ایک امیر ہمارا ہوگا۔ تم اپنا منتخب کرو، ہم اپنا منتخب کرتے ہیں، دونوں مل کر حکومت کریں گے۔ جب اس کو تسلیم نہیں کیا گیا تو اگلی پیشکش بھی ہوئی، سعد بن عبادہؓ نے کہا: ''انتم الامراء ونحن الوزراء'' امیر آپ ہو جائیں اور وزیر ہم ہوں گے۔ اس ماحول میں بات ہوئی۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے خلافت سنبھالی تو امت کے اعتماد کے ساتھ۔ یہ دوسرا سیاسی حق دیا کہ حکومت اب وحی سے نہیں بنے گی، اب امت کے اجتماعی اعتماد پر حکومت بنا کرے گی۔

آج میں نے یہ بیان کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ریاست میں لوگوں کو سیاسی حقوق کی کیا بنیادیں فراہم کیں۔ آپ نے ان کو رائے کا حق بھی دیا، مشورے کا حق بھی بحال کیا اور حکومت کے قیام کا حق بھی دیا۔ ☆☆

اتباعِ سنت اور ہمارا طرزِ عمل

مولانا شمشیر عالم مظاہری دربھنگوی

مانگتے پھرتے ہیں اغیار سے مٹی کے چراغ
اپنے خورشید پہ پھیلا دیئے سائے ہم نے

آج کا مسلم معاشرہ جس تیزی کے ساتھ یورپ کی رنگینیوں کا شیدائی ہوا جا رہا ہے اور جس سرعت کے ساتھ اس کی ہر چمک دار شے کو قبول کرنے کے لئے کوشش میں لگا ہوا ہے اتنی ہی تیزی سے سنت رسول صلی اللہ وسلم کو چھوڑتا نظر آ رہا ہے۔ مسلم قوم کا موجودہ منظر نامہ یہ ہے کہ فلمی دنیا کے سیکڑوں اداکاروں کے نام تو اسے یاد ہیں مگر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین اور ان کے اصحاب کے دس نام بھی اسے یاد نہیں اداکاروں کی بدلتی ہوئی ہر ادا تو اسے بھاتی اور پسند آتی ہے مگر نبی کا طریقہ اپنانے سے وہ کوسوں دور رہتا ہے۔ رب ذوالجلال والاکرام نے قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرمایا۔

مفہوم: اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ صاف صاف بتا دیں کہ ’’اے لوگو! اگر تم خدا کو چاہتے ہو اس کی رضا اور رحمت اور اس کے پیار کے طلبگار ہو تو اس کا راستہ صرف یہ ہے کہ تم میری پیروی کرو اور میری بتائی ہوئی راہ پر چلو صرف اسی طرح تم اس کی بخشش اور اس کے پیار سے حصہ پا سکو گے۔ اے رسول صلی اللہ وسلم آپ کہہ دیں کہ اے لوگو! اللہ اور اس کے رسول کی یعنی میری فرمانبرداری کرو، اللہ تعالیٰ بھی تم سے محبت کریں گے۔ (سورہ آل عمران)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے پیارے اشعار ہیں: ’’تم اللہ تعالیٰ کی محبت کا اظہار بھی کرتے ہو اور اس کی نافرمانی بھی کرتے ہو، سچی بات یہ ہے کہ یہ عقل میں آنے والی بات نہیں، اگر تمہاری محبت سچی ہوتی تو تم اس کی ضرور اطاعت کرتے، اس لئے کہ محبّ اپنے محبوب کا فرماں بردار ہوتا ہے۔‘‘

ہم فانی بلکہ شہوانی محبت کرنے والوں کو دیکھتے ہیں وہ اپنے محبوب کی کیسی اتباع کرتے ہیں اور ہر کام میں اس کی نقالی کی کوشش کرتے ہیں تو ایمانی محبت میں تو یہ تاثیر اور زیادہ ہونی چاہئے تھی۔

سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کا بڑا پیارا قول ہے: اللہ تعالیٰ سے محبت کی علامت یہ ہے کہ قرآن سے محبت ہوگی، اور قرآن سے محبت کی علامت یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہوگی، اور نبی کریم سے محبت کی علامت یہ ہے کہ سنت سے محبت ہوگی، اور اللہ تعالیٰ، قرآن، نبی اور سنت کی محبت کی علامت یہ ہے کہ آخرت سے محبت ہوگی، آخرت سے محبت کی علامت یہ ہے کہ اپنی ذات سے محبت ہوگی اور اپنی ذات سے محبت کی علامت یہ ہے کہ دین سے دور کرنے والی دنیا سے نفرت ہوگی اور دنیا سے بغض اور نفرت کی علامت یہ ہے کہ انسان دنیا سے قدر ضرورت پر اکتفا کرے گا، دنیا کی چمک دمک اور عیش وعشرت کے حصول کو اپنی زندگی کا مقصد نہیں بنائے گا۔

قرآن کریم کی طرح حدیث رسول میں بھی اتباع رسول کی بڑی تاکید وارد ہوئی ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’میری امت کے سارے لوگ جنت میں داخل ہوں گے، سوائے اس کے جو انکار کرے گا۔‘‘ صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوال کیا یا رسول اللہ! انکار کرنے والا کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی وہ ہے انکار کرنے والا۔ کتنی بڑی بات ہے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع دخول جنت کی ضمانت ہے جبکہ آپ کی سنت کے نافرمان اور تارک کے لئے کوئی ضمانت نہیں ہے۔‘‘

دنیا میں زبانی محبت کرنے والے تو بہت ہیں مگر خالی خولی محبت مقصود نہیں اگرچہ یہ بھی فائدے سے خالی نہیں لیکن اصل مقصود وہ محبت ہے جو دل میں بھی ہو، زبان سے بھی اس کا اثر

ظاہر ہو اور بدن کا ایک ایک عمل اس بات کی گواہی دے کہ اس شخص کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے۔ دیکھنے والے دیکھ کر کہہ دیں کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا محبّ اور عاشق جا رہا ہے یہ نہ ہو کہ زبان سے تو آپ کا نام خوب لیا جا رہا ہے، آپ کے نام پر مال بھی خوب حاصل کیا جا رہا ہے لیکن نہ تو زندگی کے مسائل میں آپ کی اتباع ہے نہ دین کے لئے کوئی قربانی ہے۔ نہ سیرت حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسی ہے نہ صورت حضور جیسی اور ہیں عاشق رسول! بلکہ عشق رسول کے واحد رجسٹرڈ ٹھکیدار۔ آج کے دور کے محبّ تیار شدہ جنت چاہتے ہیں کرنا کرانا کچھ نہ پڑے بس جنت مل جائے، حضور صلی اللہ وسلم کی اتباع نہ کرنی پڑے اور عشقِ رسول کی سند حاصل ہو جائے، یہ دودھ پینے والے مجنوں ہیں خون دینے والے نہیں۔ حضور صلی اللہ وسلم کا لایا ہوا دین مٹتا ہے تو مٹتا رہے، سنتیں مردہ ہوتی ہیں تو ہوتی رہیں اسلام کا مذاق اڑایا جاتا ہے تو اڑایا جاتا رہے، صحابہ کو گالیاں دی جاتی ہیں تو دی جاتی رہیں، انسان دوزخ کے رخ پر چلتا ہے تو چلتا رہے ان کی بلا سے ان کو کوئی پرواہ نہیں۔ محبّ تو وہ ہوتا ہے جسے محبوب کی ایک ایک ادا سے محبت ہو اس کی صورت سے محبت ہو اس کی سیرت سے محبت ہو اس کی عادتوں اور گفتار ورفتار سے محبت ہو تم کیسے محبّ ہو کہ تمہیں نبی کے دشمنوں کی شکل وصورت سے محبت ہے اور خدا کے لاڈلے نبی کی شکل وصورت سے محبت نہیں اور کہتے ہو اپنے آپ کو محبّ اور عاشق۔

سر پر انگریزی بال اور لب پر پیارے نبی کا نام، سر کے بالوں کے بارے میں شرعی ہدایات واضح طور پر موجود ہیں جن کا لحاظ رکھنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عام طور پر سر مبارک پٹھے چھوڑتے تھے جو اکثر کان کی لو تک رہتے اور کبھی اس سے نیچے تک بھی ہو جاتے اور حج وعمرہ کے موقع پر آپ کا سارے بالوں کو منڈانا بھی ثابت ہے آپ کے طرز عمل سے اتنی بات ثابت ہوئی کہ بال رکھے جائیں تو سب رکھے جائیں اور کاٹے جائیں تو سب برابر کاٹے جائیں یہ نہ ہو کہ کہیں سے تو منڈا لیا اور کہیں سے چھوڑ دیا چنانچہ آپ نے ''قزع'' (یعنی بال کہیں سے مونڈ دینا اور کہیں چھوڑ دینا) سے منع فرمایا ہے

(بخاری شریف باب القزع)

علماء کرام نے اسی حدیث سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ بیک وقت بال چھوٹے بڑے رکھنا جائز نہیں ہے جیسا کہ آج کل انگریزی بال رکھے جاتے ہیں کہ پیچھے سے چھوٹے کر کے آگے کے حصہ میں بڑے چھوڑ دیئے جاتے ہیں تو اس طریقہ میں ایک تو ،،قزع،، جیسی خرابی پائی جاتی ہے اور دوسرے اس میں غیر قوموں کی مشابہت بھی ہے جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں وعید فرمائی ہے کہ: ''من تشبہ بقوم فھو منھم'' جو شخص کسی قوم سے مشابہت کرے وہ انہی میں شمار ہے۔

(مشکوٰۃ شریف)

مگر افسوس کہ یہی غیر قوموں کا طریقہ آج ہمیں سب سے زیادہ پسند ہے شاید گنتی کے دو چار فیصد لوگ ہوں گے جو بالوں کے بارے میں ہدایات پر کاربند ہیں ورنہ اب تو بس انگریزی بالوں کا چلن ہے ٹوپیاں غائب ہیں اور سروں پر انگریزیت چھائی ہوئی ہے بچوں سے لے کر نوجوانوں حتیٰ کہ بڑے بوڑھے لوگ بھی چھوٹے بڑے بے ہنگم بال رکھنے کے شوقین نظر آتے ہیں اور اتباع سنت کا خیال تک دل میں نہیں آتا۔

عورتوں کے بال:

شریعت میں سر کے بالوں کو عورت کی زینت قرار دیا گیا ہے اور حکم دیا گیا ہے کہ وہ سر کے بالوں کو نہ منڈوائیں۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ: ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو اپنا سر منڈانے سے منع فرمایا ہے۔''

(نسائی شریف)

اور فقہ حنفی کی مشہور کتاب درمختار میں لکھا کہ: ''عورت نے اپنے سر کے بال کاٹ لئے تو گناہ گار اور ملعون ہوئی، اگرچہ شوہر کی اجازت سے ایسا کرے، اس لئے کہ خالق (اللہ تعالیٰ) کی نافرمانی والے کام میں کسی مخلوق کی اطاعت روا نہیں ہے۔'' (درمختار)

عورتوں کے لئے سر کے بال کاٹنے کی ممانعت کی بنیاد یہ ہے کہ اس عمل کی وجہ سے عورت مردوں سے تشبہ کرنے والی بن جاتی ہے اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مردوں سے مشابہت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔ آج کے دور میں عورتوں میں جو بال کاٹنے کا رواج ہو گیا ہے یہ شریعت اسلامی کی رو سے قطعاً ناجائز ہے جس طرح مرد کے لئے داڑھی کاٹنا حرام ہے اسی طرح عورتوں کے لئے سر کے بال مردوں کی طرح کاٹنا حرام ہے اور اسے چاہے دنیا بے شرم نہ کہے مگر اللہ تعالیٰ کی نظر

میں یہ حرکت بہر حال بے شرمی اور بے حیائی میں داخل ہے۔ اس سے بہر حال بچنا ضروری ہے اور گھر والوں کو بھی بچانا چاہئے۔

ایک حبشی صحابی اور اتباع سنت:

ایک صحابیؓ حبشہ کے رہنے والے تھے وہ جب بھی نہا کر نکلتے تو ان کا جی چاہتا کہ میں بھی اپنے سر میں اسی طرح درمیان میں مانگ نکالوں جس طرح نبی علیہ الصلوۃ والسلام نکالا کرتے ہیں لیکن حبشی نژاد ہونے کی وجہ سے ان کے بال گھنگھریالے، چھوٹے اور سخت تھے اس لئے ان کی مانگ نہیں نکل سکتی تھی وہ اس بات کو سوچ کر بڑے اداس سے رہتے تھے کہ میرے سر کو میرے محبوب صلی اللہ وسلم کے مبارک سر کے ساتھ مشابہت نہیں ہے۔ ایک دن چولہا جل رہا تھا انہوں نے لوہے کی ایک سلاخ لے کر اس آگ میں گرم کی اور اپنے سر کے درمیان میں اس سلاخ کو پھیر لیا، گرم سلاخ کے پھرنے سے ان کے بال بھی جلے اور جلد بھی جلی، اس سے زخم بن گیا جب زخم درست ہوا تو ان کو اپنے سر کے درمیان میں ایک لکیر نظر آتی تھی لوگوں نے کہا: تم نے اتنی تکلیف کیوں اٹھائی؟ وہ فرمانے لگے کہ میں نے تکلیف تو برداشت کر لی ہے لیکن مجھے اس بات کی اب بہت زیادہ خوشی ہے کہ میرے سر کو اب محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک سر کے ساتھ مشابہت نصیب ہوگئی ہے۔

اس واقعہ سے ہمیں سبق حاصل کرنا چاہئے۔ اللہ مسلم قوم کی اغیار کے طور طریقے سے حفاظت فرمائے اور سنت رسول پر زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

☆☆..................☆☆

بقیہ:......آپ کے مسائل

اوابین کا وقت عشا تک ہے، اس بارہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے آثار ملتے ہیں، چناں چہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

عن عبداللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ عنہ، قال: صلاۃ الاوابین ما بین ان یلتفت اھل المغرب الی ان ینوب الی العشاء. (مصنف ابن ابی شیبہ، ص:۱۹۷، ج:۲)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: صلاۃ الاوابین جب مغرب کی نماز پڑھ کر نمازی فارغ ہوں تو اس سے لے کر اس وقت تک ہوتی ہے جب عشا کا وقت آ جائے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہ، قال: ان الملائکۃ لتحف بالذین یصلون بین المغرب الی العشاء وھی صلاۃ الاوابین. (شرح السنۃ، ص:۴۷۴، ج:۳)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک فرشتے ان لوگوں کو گھیر لیتے ہیں جو مغرب اور عشا کے درمیان نماز پڑھتے ہیں اور یہ صلاۃ الاوابین ہے۔

س:......کیا خواتین بھی نمازِ اوابین پڑھ سکتی ہیں؟ نہ پڑھنے والے کو بُرا سمجھنا کیسا ہے؟

ج:...... جی ہاں! خواتین بھی اوابین کی نماز پڑھ سکتی ہیں، ان کو بھی وہی اجر وثواب ملے گا جو مردوں کو ملے گا۔ اگر کوئی نہ پڑھے تو اس کو بُرا سمجھنا درست نہیں ہے، کیوں کہ یہ نفل عبادت ہے۔ کرے تو اجر وثواب ہے، نہ کرے تو کوئی گناہ کا کام نہیں۔

س:......رمضان مبارک میں نمازِ اوابین جماعت کے ساتھ پڑھنا اور تراویح کی طرح اس میں ختم قرآن کرنا کیسا ہے؟

ج:......نفل نماز کی جماعت مکروہ ہے جبکہ مقتدی تین یا زیادہ ہوں، خواہ رمضان میں ہو یا غیر رمضان میں۔ انفرادی طور پر اگر کوئی حافظِ قرآن نفل نماز میں قرآن کریم ختم کرنا چاہے تو اچھی بات ہے، اجر وثواب کا مستحق ہے۔

س:......ایک مسئلہ یہ دریافت کرنا ہے کہ چاشت، اوابین، تہجد، تراویح اور اس کے علاوہ جو بھی نوافل ہیں کیا ان کو چار رکعات ایک سلام سے پڑھ سکتے ہیں؟ کیوں کہ ہم نے ایک کتاب میں پڑھا ہے جس کا نام "الفقہ المیسر" ہے، اس میں لکھا ہوا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دن میں ایک سلام سے چار رکعات پڑھنا افضل ہے اور رات میں ایک سلام سے آٹھ رکعات پڑھی جا سکتی ہیں، جب کہ صاحبین کے نزدیک رات میں دو دو رکعات اور دن میں چار چار رکعات ایک سلام سے پڑھنا افضل ہے۔ کیا یہ درست ہے؟

ج:...... جی ہاں! دن میں ایک سلام سے چار رکعات پڑھنا افضل ہے اور رات میں دو دو رکعات کر کے پڑھنا افضل ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حضرت مولانا عبدالرزاق لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری قدس سرہ، حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی اور امامِ اہلِ سنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر نور اللہ مراقدہم کے شاگرد، جامعہ علومِ اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے قدیم استاذ' استاذ العلماء حضرت مولانا عبدالرزاق لدھیانویؒ اس دنیائے رنگ وبو میں ۸۲ برس گزار کر راہیِ عالم عقبیٰ ہوگئے، إنا لله وإنا إليه راجعون، إن للّٰہ ما اخذ ولہ ما اعطٰی و کل شیء عندہ باجل مسمّٰی۔

آپ کی پیدائش ۱۹۴۲ء میں محترم جناب علی محمد کے گھر ہندوستان کے ضلع لدھیانہ ''نیا محلّہ'' میں ہوئی، ابھی آپ چھ ماہ کے تھے کہ آپ کی والدہ محترمہ کا انتقال ہوگیا تھا، آپ کی پرورش آپ کی پھوپھی صاحبہ نے کی۔ ابتدائی تعلیم لدھیانہ میں آپ کے آبائی گاؤں میں ہوئی، پاکستان بن جانے کے بعد پاکستان کے شہر گوجرانوالہ میں سکونت اختیار کی، شروع میں چار جماعت اسکول پڑھا، آپ کا دل قرآن کریم کی طرف راغب ہوا تو مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں داخلہ لیا، تمام کتب یہیں پڑھیں۔ محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری قدس سرہ سے دورۂ حدیث کی کتابیں پڑھنے کا شرف حاصل کرنے کے لئے اس وقت کے مدرسہ عربیہ کراچی اور آج کے جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کا قصد کیا۔ ۱۹۶۴ء میں دورۂ حدیث سے فاتحہ فراغ پڑھا، حضرت بنوری قدس سرہ نے اپنے ادارہ میں ان کا تقرر کیا، اس وقت سے تادمِ واپسیں تقریباً ۵۶، ۵۷ سال اسی ادارہ کے ہوکر رہے اور مختلف شعبوں میں کام کرتے رہے، کچھ عرصہ ماہنامہ بینات کے ناظم بھی رہے۔ حضرت کے حالات پر ہماری جامعہ کے ہونہار استاذ حضرت مولانا عمر انور بدخشانی حفظہ اللہ نے مختصر مگر پراثر شذرہ لکھا ہے، اسی کو کسی قدر حک واضافہ کے بعد یہاں نقل کرتا ہوں، آپ لکھتے ہیں:

''استاذ جی کا تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت پر بہت زور ہوتا تھا، یہ ان کا خاص امتیازی وصف تھا، طلبہ کی وضع قطع، نشست برخاست اور بول چال پر گاہے بگاہے تنبیہ و اصلاح فرماتے تھے۔ شاگردوں اور طلبہ پر ان کی نگاہ صرف جامعہ کے احاطہ تک محدود نہ تھی، بلکہ جامعہ سے باہر بھی وہ طلبہ پر کڑی نگاہ رکھتے اور وقتاً فوقتاً تنبیہ فرماتے رہتے تھے، وہ صحیح معنوں میں استاذ بھی تھے اور مشفق ومربی بھی تھے۔

استاذ جی اپنے خاص منفرد مزاج اور طبیعت کے اعتبار سے درویش صفت انسان تھے، ان کی زندگی میں سادگی حد درجہ غالب تھی، اس حوالے سے وہ عجیب وغریب اوصاف کے مالک تھے، ایک بار سبق کے دوران بتایا کہ میں کپڑوں کے دو جوڑے سے زیادہ نہیں رکھتا۔ ہدیہ میں کوئی شاگرد جوڑا لے جاتا تو صاف کہہ دیتے کہ میرے پاس ضرورت کے کپڑے موجود ہیں، ضرورت سے زائد میں رکھتا نہیں کسی اور کو دے دیں، اپنے کام خود کرنے کے عادی تھے، گھر کا سودا سلف آخر عمر تک خود لاتے رہے، بیٹوں اور شاگردوں نے کئی بار اصرار کیا کہ ہم لے آئیں گے، لیکن انہوں نے سختی سے منع کردیا، ابھی گزشتہ چند سال قبل تک بھی گھر کا سامان لینے کے لئے خود سائیکل پر نکل پڑتے، کتنی بار مخلص شاگردوں نے خواہش ظاہر کی اور اس کا انتظام بھی کردیا کہ استاذ جی حج یا عمرہ کے لئے تشریف لے جائیں، ہمیشہ یہی جواب دیتے کہ میرا فرض حج اور نفلی عمرہ دونوں ادا ہوگئے ہیں، اب میں اس کا مستحق نہیں، کئی بار ایسا بھی ہوا کہ کوئی شاگرد تحفہ میں ان کے لئے گوشت لے گیا تو فرمایا کہ گھر میں ہماری ضرورت کا گوشت موجود ہے، یہ کسی اور کو دے دیں۔

مزاج میں احتیاط کا یہ عالم تھا کہ تعلیمی سال کے آخر میں جامعہ کے دفتر محاسب میں پابندی سے ایک مخصوص رقم صرف اس مد میں جمع کراتے کہ میں درسگاہ یا دفتر وغیرہ میں جامعہ کی بجلی پانی ودیگر لازمی وضروری اسباب وغیرہ میرے استعمال میں آجاتے ہیں تو اس کا حق تو

ادا نہیں ہوسکتا، البتہ میری طرف سے کچھ مداوا ضرور ہوجائے۔

چند سال قبل جامعہ میں اساتذہ کرام کے مشاہروں میں اضافہ ہوا تو استاذ جی نے وہ اضافہ لینے سے سختی سے انکار کردیا کہ جتنا مشاہرہ ابھی ہے یہ میرے اور گھر والوں کے لئے کافی ہے، اس سے زیادہ میں نہیں لوں گا، کئی ماہ تک انہیں وہ اضافہ پیش کیا جاتا رہا، لیکن استاذ جی اپنی بات پر قائم رہے اور وصول نہ فرمایا، بالآخر استاذ جی حضرت مولانا سید سلیمان یوسف بنوری صاحب نے محاسب سے کہا کہ یہ اضافہ ان کے نام سے الگ جمع کرتے جائیں، ان کی طبیعت، مزاج اور عادات کے بے شمار واقعات ہیں، جنہیں یہاں اس وقت نقل کرنا ممکن نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ استاذ جی کی علمی و عملی خدمتوں کو قبول فرمائے، (آمین) یقیناً گزشتہ ۵۶ برس سے متواتر پڑھانے والے استاذ و مربی کے شاگرد اس وقت ہزاروں کی تعداد میں دنیا کے مختلف علاقوں میں دین کی خدمت میں مصروفِ عمل ہیں، وہ بھی استاذ جی کے لئے صدقہ جاریہ ہوں گے۔

استاذ جی کو قریب سے دیکھنے اور جاننے والے یہ بات بخوبی جانتے ہیں کہ وہ جن منفرد اوصاف کے حامل تھے، انہیں دیکھتے ہوئے یہ کہنا یقیناً مبالغہ نہ ہوگا کہ وہ واقعتاً حقیقی معنوں میں ''اسلاف کی یادگار'' تھے اور ایسے لوگوں کا اٹھ جانا ہمارے لئے خیر اور برکتوں سے محرومی کا سبب نہ ہو: اللّٰھم لا تحرمنا اجرہ و لا تفتنا بعدہ (آمین)۔

ڈھونڈو گے اگر ملکوں ملکوں ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم
جو یاد نہ آئے بھول کے پھر اے ہم نفسو وہ خواب ہیں ہم
لاکھوں ہی مسافر چلتے ہیں منزل پہ پہنچتے ہیں دو ایک
اے اہل زمانہ قدر کرو نایاب نہ ہوں کم یاب ہیں ہم''

دو ماہ قبل ۲۱ ربیع الاول مطابق ۱۳ اکتوبر ۲۰۲۱ء کو شدید بیماری میں ہسپتال میں داخل ہوئے، ۱۸ دن آئی سی یو میں داخل رہے، آپ کا ایک گردہ تقریباً ۳۰ سال قبل نکال دیا گیا تھا، اسی مرض کی تشخیص ہوئی، کچھ افاقہ کے بعد ہسپتال سے گھر واپس آگئے، ۱۲، ۱۳ دن گھر میں صحت وعافیت کے ساتھ گزارے، پھر طبیعت خراب ہونے پر دوبارہ ہسپتال میں داخل ہوئے، کچھ دن ہسپتال میں داخل رہے، پھر کچھ افاقہ ہونے پر گھر تشریف لے آئے، وفات سے پہلے تقریباً دو ماہ اسی طرح بیماری کی حالت میں گزرے، ۲۳ جمادی الاولیٰ مطابق ۲۸ دسمبر ۲۰۲۱ء بروز منگل ایک بج کر دس منٹ پر انتقال فرمایا۔ اس دن مغرب کی نماز کے بعد جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں آپ کی نمازِ جنازہ ادا کی گئی، جس کی امامت آپ کے بڑے صاحبزادے اور جامعہ کے استاذ مولانا محمد طیب لدھیانوی طول عمرہ نے کرائی اور ڈالمیا قبرستان میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ آپ نے پسماندگان میں ایک بیوہ، دو بیٹے اور تین بیٹیاں سوگوار چھوڑی ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرتؒ کی کامل مغفرت فرمائے، آپ کی حسنات وخدمات کو قبول فرمائے، اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین ثم آمین یا الٰہ العالمین۔☆☆

مولانا عزیز الرحمٰن ثانی کے تبلیغی پروگرام

قصور..... ۱۱ دسمبر ۲۰۲۱ء بروز ہفتہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ناظم نشر و اشاعت اور مرکزی مبلغ مولانا عزیز الرحمٰن ثانی کا الہ آباد ضلع قصور کے پنجاب کالج میں محمد عمر کی کاوش سے عقیدۂ ختم نبوت اور ہماری ذمہ داری کے موضوع پر بیان ہوا۔ اسی طرح کنگوڈیا کالج، عزم نو کالج میں سید خالد شاہ کی دعوت پر بیان ہوا۔ علاوہ ازیں تحصیل چونیاں کی بار روم میں وکلاء حضرات میں بیان ہوا۔ صدر بار، جنرل سیکریٹری اور دیگر وکلاء نے شاندار استقبال کیا۔ ختم نبوت کے وفد میں مولانا محمد فاروق، مولانا عبید الرزاق، مولانا محمد عثمان، مولانا مفتی طاہر مبین، مولانا عمران، مولانا کفایت اللہ و دیگر احباب تھے۔ بار روم میں حدیث مبارک: ''انا خاتم النبیین'' لگوانے کا ارادہ کیا۔ بار روم میں مولانا فاروق نے تلاوت کی، ایک وکیل صاحب نے نعت رسول مقبول پیش کی۔ باقی کارروائی جنرل سیکریٹری نے کی۔ بعد نماز ظہر جامع مسجد چھپر گاؤں میں مبلغ ختم نبوت ضلع قصور مولانا عبد الرزاق اور مولانا عزیز الرحمٰن ثانی کے بیانات ہوئے۔ خطیب مسجد مولانا محمد یاسین نے مہمانوں کے لئے کھانے کا اہتمام کیا۔ بعد نماز عصر مدرسہ احسن المدارس کنگن پور میں بھی مولانا عزیز الرحمٰن ثانی کا بیان ہوا، اس موقع پر لٹریچر بھی تقسیم کیا گیا۔ بعد نماز مغرب جامع مسجد بھا گیوال مولانا مقصود احمد کے ہاں تحفظ ختم نبوت پروگرام منعقد ہوا اور لٹریچر تقسیم کیا گیا۔ بعد نماز عشاء جامع مسجد ویرک گاؤں میں مولانا عزیز الرحمٰن ثانی اور مولانا عبد الرزاق کا بیان ہوا۔ استاذ الحدیث خطیب جامع مسجد مولانا نور محمد صاحب کی دعا سے پروگرام اختتام پذیر ہوا، مولانا نے مہمانوں کا اکرام کیا۔ ان تمام پروگراموں کو کامیاب بنانے میں مولانا محمد فاروق، مولانا عثمان، مولانا عبید الرزاق، مولانا کفایت اللہ کی معاونت حاصل رہی۔

قادیانی عقائد

گزشتہ سے پیوستہ

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

جو یہ نہ جانتا ہو کہ نبی کس کو کہتے ہیں؟ وہ نبی کیسے؟

جو آدمی یہی نہ جانے کہ میں نبی ہوں یا نبی نہیں ہوں، اس کو کیا کہا جائے؟ چنانچہ مرزا محمود کہتا ہے کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے تک حضرت صاحب کو یہ ہی پتہ نہ چلا کہ نبی کس کو کہتے ہیں؟ دیکھو! نبی کو یہ پتہ نہیں چلتا کہ نبی کس کو کہتے ہیں؟ یہ بیٹا کہہ رہا ہے اور اس کا خلیفہ، اور یہ کہہ رہا ہے کہ حضرت صاحب نے ۱۹۰۱ء سے پہلے جتنے موقعوں پر یہ کہا کہ میں نبی نہیں ہوں، وہ سب روایتیں منسوخ ہیں۔ خیر! یہ تو ایک مستقل موضوع ہے۔

تو میں نے کہا کہ ۱۹۰۱ء کو سیدھا ہوا اور کہنے لگا کہ میں نبی ہوں، ورنہ کبھی کہتا تھا کہ میں لغوی نبی ہوں، کبھی کہتا کہ میں مجازی نبی ہوں، کبھی کہتا استعارے کے طور پر نبی ہوں، ظلّی طور پر نبی ہوں، بروزی طور پر نبی ہوں، فلانی چیز پر نبی ہوں، یہ نبی تو نہیں، یہ تو مذاق ہے۔

دعوئ نبوّت سے اگلے دن مرزا کی ہلاکت:

یاد رکھو! جیسے اس زمانہ میں روزنامہ ”جنگ“ مشہور اخبار ہے، اسی طرح اُس زمانہ میں لاہور سے ”اخبارِ عالم“ کے نام سے ایک پرچہ نکلتا تھا، اس کی ۲۳؍مئی ۱۹۰۸ء کی اشاعت میں لکھا ہے کہ تقدس مآب مرزا صاحب نے اپنی نبوّت کا انکار کردیا، یہ سرخی تھی اور نیچے تفصیل ذکر کی گئی کہ اس کے ساتھ کسی کی گفتگو ہوئی تو کہا کہ میں تو نبی نہیں ہوں، ایسے ہی لوگ خواہ مخواہ مجھے بدنام کرتے ہیں، اور مجھے مولوی بدنام کرتے ہیں، میں نے تو نبوّت کا دعویٰ نہیں کیا۔

جب غلام احمد نے ۲۳؍مئی ۱۹۰۸ء کا یہ پرچہ پڑھا تو اس نے ”اخبارِ عالم“ کے ایڈیٹر کو خط لکھا کہ آپ نے اپنے ۲۳؍مئی کے پرچے میں یہ لکھا ہے کہ گویا میں نے اپنی نبوّت سے انکار کردیا ہے، یہ صحیح نہیں، ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں۔ اُس نے ”اخبارِ عالم“ کے ایڈیٹر کو جو خط لکھا اس کے الفاظ ہیں کہ:

”ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں، اور میں اس دعویٰ پر قائم ہوں جو اس دنیا سے گزر جاؤں۔“ مطلب یہ کہ مرتے دَم تک قائم ہوں۔ بہرحال لمبا خط تھا یہ اس کا خاص فقرہ تھا:

”ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں، اور میں اپنے دعویٰ پر قائم ہوں جو اس دنیا سے گزر جاؤں“۔ ”اخبارِ عالم“ کے ایڈیٹر نے مرزا جی کا خط ۲۶؍مئی ۱۹۰۸ء کو شائع کر دیا، ۲۶؍مئی ۱۹۰۸ء کی صبح کو اس کا خط چھپ کر آیا تو اسی دن دس بجے اللہ تعالیٰ نے اس کا چالان کردیا اور اس کی شہ رگ کاٹ دی۔

مرزا کو دعوئ نبوّت کے بعد ایک دن کی مہلت بھی نہیں ملی:

اس لئے میں کہتا ہوں کہ ایک دن بھی اس کو دعوئ نبوّت کے بعد مہلت نہیں ملی، پھر چالان بھی اس طرح کیا کہ اللہ کی پناہ! یعنی وبائی ہیضہ سے مرا۔

مرزا طاہر سچا ہے تو باپ دادا جیسی موت کی دُعا کر دِکھائے:

میں نے انگلینڈ کے جلسے میں دو سال پہلے مرزا طاہر کو چیلنج کیا تھا کہ مرزا طاہر! میں بھرے مجمع میں کہتا ہوں کہ تم اپنے آپ کو جھوٹا سمجھتے ہو، اپنے ابا کو جھوٹا سمجھتے ہو، اپنے دادا مرزا غلام احمد کو جھوٹا سمجھتے ہو، کیونکہ تمہیں معلوم ہے کہ ہم جھوٹے ہیں چاہے لوگوں کو معلوم ہو یا نہ ہو۔ اس لئے میرا یہ چیلنج ہے کہ اگر تم لوگوں کا یہ دعویٰ ہے کہ ہم سچے ہیں، تیرا دادا غلام احمد سچا تھا اور تیرا باپ مرزا محمود سچا تھا، اور تو سچا ہے، تو صرف یہ لفظ لکھ دے اور قومی اخباروں میں چھاپ دے کہ: ”یا اللہ! میں دُعا کرتا ہوں میری موت ایسی آئے جیسی میرے باپ کی اور میرے دادا کی آئی تھی۔“ بس زیادہ بات نہیں۔

میں اپنے اکابر کی سی موت کی دُعا کرتا ہوں:

میں نے اسی جلسے میں کہا تھا کہ اس پوری مسجد میں ہزاروں کا مجمع ہے، میں اس کو گواہ کرکے دُعا کرتا ہوں کہ: یا اللہ! مجھے ایسی موت نصیب فرما جیسی میرے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیب ہوئی، اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کو نصیب ہوئی تھی، بلکہ جیسے میرے شیخ تک، ہمارے تمام اکابر کو موت نصیب ہوئی،

یااللہ! مجھے بھی ایسی موت نصیب فرما...آپ بھی کہیں: آمین...! ٹھیک ہے ناں بھائی...؟ مجھے اپنی حقانیت کا یقین ہے، میں تو کچھ نہیں ہوں، مگر الحمدللہ! جو میرے بڑے تھے وہ برحق تھے، مجھے ان کی حقانیت پر ایمان ہے، مرزا طاہر! اگر تجھے اپنی حقانیت کا یقین ہے، تو تو دعا کر کہ یااللہ! مجھے ایسی موت نصیب فرما جیسی مرزا غلام احمد اور میرے باپ مرزا محمود کو نصیب ہوئی تھی۔

مرزا کے دونوں راستوں سے غلاظت نکل رہی تھی:

مرزا غلام احمد کو وبائی ہیضہ ہوگیا تھا، اور اس کے دونوں راستوں سے نجاست نکل رہی تھی،...العیاذ باللہ... ہیضے کی حالت میں غیرہضم شدہ غذا نکل رہی ہوتی ہے، وہ اُوپر کے راستے سے بھی نکلتی ہے اور نیچے کے راستے سے بھی نکلتی ہے، قے کی شکل میں، یا دوسری کسی شکل میں تو اس موذی بیماری کے ساتھ مرزا غلام احمد کا ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو دس بجے انتقال ہوا، اور اسی دن اس کا یہ بیان بھی چھپ کر آیا کہ ”میں نبی اور رسول ہوں، اور میں اس دعویٰ پر قائم ہوں جو اس زندگی سے گزر جاؤں“ چنانچہ اس دعویٰ کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے اُسے پکڑ لیا، بھلا جو آدمی بات کرلے، پھر بات کرکے مکر جائے، کیا ایسا شخص رسول ہوسکتا ہے؟ ہاں جب اس نے پکی بات کی تو اللہ تعالیٰ نے ایک دن کی بھی اسے مہلت نہیں دی، بلکہ اس کی شہ رگ کاٹ دی۔

چند جاہلوں کی وجہ سے مرزا کا دعویٰ نبوّت:

غلام احمد قادیانی، قادیان، ضلع گورداس پور، صوبہ مشرقی پنجاب میں پیدا ہوا تھا، اور ۱۹۰۱ء تک اس کو یہی پتہ نہ چلا کہ نبوّت کیا ہوتی ہے؟ لیکن جب اس کے چند جاہل مریدوں اور بے وقوف قادیانیوں نے اسے کہنا شروع کردیا کہ تو نبی ہے، جیسے میرے متعلق کہتے ہیں کہ ”حکیم العصر“ ہے، میں بھی بیوقوف ہوں جو کہ اپنے آپ کو حکیم سمجھوں، چندلوگوں نے اس کو مسیحِ موعود کہنا شروع کردیا، اور چند بیوقوفوں نے اُسے نبی کہنا شروع کردیا، تو مرزے کو خیال ہوا کہ میں بھی نبی ہوں، چنانچہ اس کا بیٹا مرزا محمود کہتا ہے کہ ۱۹۰۰ء میں مرزا صاحب کو نبوّت کا خیال پیدا ہوا، اور ۱۹۰۱ء میں نبوّت کا دعویٰ کردیا۔ مرزا غلام احمد کے بیٹے کی یہ سابقہ بات کافی ہے، بیٹا بھی وہ جو اس کا خلیفہ ہے، اس طرح مرزا، اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو گمراہ کرتا رہا، اور مسلمانوں کے ایمان وعقیدہ سے کھیلتا رہا، یہاں تک کہ مسلمانوں کے ایمان کی حالت اتنی کمزور ہوگئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک نبوّت کا دعویٰ کرنے والا، دعویٰ کرتا ہے، اور دعویٰ بھی وہ کرتا ہے جس کا نام غلام احمد ہے، جو آنکھوں سے بھینگا، ہاتھ سے ٹنڈا (لنجا) اور پاؤں سے اعرج تھا، مرزا کا بچپن میں چوٹی سے گر کر سیدھا ہاتھ ٹوٹ گیا تھا، حتیٰ کہ چائے کی پیالی بھی اس ہاتھ سے نہیں اُٹھا سکتا تھا۔ چنانچہ ”سیرت المہدی“ کا مصنف اور مرزا غلام احمد کا بیٹا بشیر احمد ایم اے لکھتا ہے کہ حضرت صاحب جب نماز کے لئے اُٹھتے تھے تو بائیں ہاتھ سے اس کو سہارا دیتے تھے۔ بہرحال مرزائی فتنہ چلتا رہا، چلتا رہا، چلتا رہا، اور قادیانی اپنے بارے میں کہتے رہے کہ ہم مسلمان ہیں، بلکہ ہم ہی مسلمان ہیں، اور احمدیت ہی حقیقی اسلام ہے۔

قادیانیوں سے ہمارا جھگڑا:

ہمارا قادیانیوں سے دو باتوں پر جھگڑا تھا، ایک یہ کہ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام آسمان سے نازل ہوں گے، چراغ بی بی کے پیٹ سے پیدا ہونے والا مسیح نہیں ہوسکتا۔

دوم یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوّت کا امکان ہی نہیں، جیسے کلمۂ اسلام ”لا الٰہ الا اللہ“ (نہیں کوئی معبود سوا اللہ کے) کے اقرار کے بعد اللہ کے سوا کسی ظلّی، بروزی، حقیقی، مجازی، اشارہ، کنایہ والے کسی چھوٹے بڑے اور ماتحت خدا کی گنجائش نہیں، اور نہ ہی استعارہ کے رنگ میں کوئی دوسرا خدا ہوسکتا ہے، اسی طرح ”لا نبی بعدی“ کے ”لا“ کے بعد بھی کسی نبی کی گنجائش نہیں ہے۔

امیرِ شریعتؒ اور لائے نفیٔ جنس کی تشریح!

ہمارے امیر شریعت حضرت مولانا سیّدعطاء اللہ شاہ بخاریؒ بطور لطیفہ کے فرماتے تھے، ”لَا اِلٰہَ اِلّا اللہ“ میں ”لَا“ کے بعد آگے آگیا ”اِلّا“ یعنی کوئی معبود ہی نہیں مگر اللہ۔ اس ”اِلّا“ نے آکر رُکاوٹ ڈال دی ورنہ اس ”لَا“ نے تو ایسی نفی کی تھی کہ اس نے تو خدا کا بھی تختہ نکال دیا تھا، حضرت شاہ صاحبؒ اپنے مزاحیہ انداز میں یہ بات کیا کرتے تھے۔ دیکھو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ”لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ“ (میرے بعد کوئی نبی نہیں) مگر مرزا ملعون کہتا ہے: نہیں! آپ کے بعد بھی نبی ہے، اور کم از کم ظلّی، بروزی اور مجازی نبی تو آسکتا ہے۔ یاد رکھو! جس طرح ”لَا اِلٰہَ اِلّا اللہ“ کے ”لَا“ کے بعد کسی اللہ کی گنجائش نہیں ایسے ہی ”لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ“ کے ”لَا“ کے بعد بھی

کسی نبی کی گنجائش نہیں ہے، یہ ”لَا“ نفیٔ جنس کا ہے، جو جنسِ نبی کی نفی کرتا ہے۔

حیات ونزولِ مسیح اور ختمِ نبوّت کا منکر مسلمان نہیں:

تو میں عرض کر رہا تھا کہ ہمارا قادیانیوں کے ساتھ ان دو عقیدوں میں اختلاف ہے، ایک حیات ونزولِ عیسیٰ علیہ السلام اور دوسرا ختمِ نبوّت میں، قادیانی ان دونوں کا انکار کرتے ہیں، اور ان دونوں عقیدوں کا انکار کرنے والا مسلمان نہیں۔ آسمان سے عیسیٰ علیہ السلام کا نازل ہونا قطعی ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا قطعی ہے، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں، جو نبوّت کا دعوے کرے یا مسیح ہونے کا دعویٰ کرے وہ کافر۔ لیکن یہ کافر ہونے کے باوجود کہتے ہیں کہ ہم پکے مسلمان ہیں۔ ہم کہتے ہیں تم اپنے دین کا کوئی اور نام رکھ لو، اسلام نہ رکھو، پھر جو مسلمانوں کا برتاؤ ہوتا ہے اس کو دیکھو، مگر یہ باز نہیں آئے، یہ ہر جگہ مسلمانوں کی سیٹوں پر قابض رہے۔

۱۹۵۳ء کی تحریک کے اسباب:

پاکستان میں قادیانیوں کے خلاف تین تحریکیں چلیں، پہلی تحریک ۱۹۵۳ء میں چلی تھی، جس کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ مرزا محمود نے....جو مرزا طاہر کا ابا تھا...یہ کہا تھا کہ ۱۹۵۲ء گزرنے نہ پائے کہ صوبہ بلوچستان کو احمدی بنالو۔ چنانچہ قادیانیوں نے طوفان اور آندھی کی طرح اس منصوبہ پر کام شروع کردیا، ادھر سے حضرت امیرِ شریعتؒ نے اور عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت نے ان کا منصوبہ ناکام بنانے کے لئے مسلمانوں کو بیدار کرنا شروع کردیا، اور شاہ جیؒ نے یہ نعرہ مستانہ لگایا کہ مرزا محمود ۱۹۵۲ء تیرا ہے تو ۱۹۵۳ء ہمارا ہے۔ خیر! شاہ جیؒ نے تحریک چلائی، الحمدللہ! دس ہزار مسلمانوں نے اس کے لئے شہادت کی قربانی پیش کی، خواجہ ناظم الدین کا دور تھا، حکومت نے اس تحریک کو دبانے کی کوشش کی، مگر بچے، بچے کو پتہ چل گیا کہ یہ قادیانی مسلمان نہیں، تحریکیں تو تم نے بھی دیکھی ہوں گی، مگر کبھی کسی تحریک میں ایسا بھی ہوا کہ ریل گاڑی چلانے والے ڈرائیوروں نے تحریک میں شمولیت کے لئے ہڑتال کردی ہو؟ لاہور کی تاریخ میں سب سے بڑی اور کامیاب ہڑتال ہوئی، یعنی اس تحریک کی وجہ سے تمام سرکاری محکموں نے ہڑتال کردی۔

خواجہ ناظم الدین کو حضرت شاہ جیؒ کی پیشکش:

خواجہ ناظم الدین جو اسی کراچی میں رہتا تھا، اسے حضرت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہؒ نے یہ آفر دیتے ہوئے کہا تھا کہ: حاجی صاحب!...کیونکہ وہ حاجی، نمازی کہلاتا تھا...اس مسئلے کو حل کردو، اگر تم نے غیرملکی مہمانوں کے لئے کوئی خنزیر وغیرہ رکھے ہوئے ہیں تو میں ان کو بھی چرانے کے لئے تیار ہوں، بس! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوّت کا مسئلہ حل کردے، میں اس کے لئے بھی تیار ہوں۔

اس وقت مسلمانوں کے صرف دو ہی مطالبے تھے کہ قادیانیوں کو غیرمسلم اقلیت قرار دے دو، اور وزیر خارجہ ظفراللہ خاں قادیانی کو اس عہدہ سے ہٹادو، مگر افسوس! کہ ”حاجی“ صاحب کو یہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔ خیر تحریک تو جیسی کیسی ہوئی، سو ہوئی، مگر دنیا نے دیکھا کہ نہ ظفراللہ قادیانی رہا، نہ خواجہ ناظم الدین رہا، اور نہ ہی ان کی اولاد رہی، اور حکومت بھی چلی گئی۔

(تحفۂ قادیانیت، ج:۴، ص:۴۶۱)

مولانا عبدالغفور کلانوری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا عبدالغفور کلانوری رحمۃ اللہ علیہ کا مرتب کردہ رسالہ کا نام ”قادیانی ہذیان“ ہے۔ یہ رسالہ مولانا منظور الحق صاحب ناظم مستشار العلماء قصور نے اوّلاً ۱۳۵۲ھ میں گویا بیاسی سال پہلے شائع کیا تھا۔ اشاعت اوّل میں جو آپ نے تعارف لکھا وہ یہ ہے:

”خدا جزائے خیر دے جناب مولانا عبدالغفور صاحب کلانوری مولوی فاضل وفاضل دیوبند کو جنھوں نے خلیفۂ قادیانی مرزا محمود کے فریب آمیز رسالہ ”سرزمین کابل میں ایک تازہ نشان کا ظہور“ کے جواب میں ایک کفرشکن رسالہ لکھا جس کا عنوان ہے: ”قادیانی ہذیان“ فاضل مؤلف نے اس رسالہ میں ”آہ نادر شاہ کہاں گیا“ اور ”دو بکریاں ذبح کی جائیں گی“ وغیرہ مرزا قادیانی کی پیش گوئیوں پر زبردست تنقید فرما کر ثابت کیا ہے کہ مرزا قادیانی کی پیش گوئیوں کی حقیقت دجل وزور اور عیاری ومکاری کے سوا کچھ نہیں۔“

احتساب قادیانیت جلد ۵۳ میں یہ رسالہ شائع کرنے کی اللہ تعالیٰ نے توفیق سے سرفراز فرمایا۔

(چمنستانِ ختم نبوت کے گلہائے رنگارنگ، ص:۱۱۶، ج:۳، از: حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ)

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کے

دعوتی و تبلیغی اسفار

جامعہ فاروقیہ ڈھمیال کیمپ: جامعہ کے بانی وفاق المدارس العربیہ کے بانی حضرت مولانا قاضی عبدالرشید مدظلہ ہیں۔ مرکزی ناظم اور ایک بہت ہی اچھے خطیب ہیں۔ مدرسہ میں دورۂ حدیث شریف سمیت تمام اسباق ہوتے ہیں۔ مولانا محمد طارق سلمہ کی معیت میں جامعہ میں ۱۸؍دسمبر ساڑھے گیارہ سے ۱۲ بجے تک بیان ہوا اور ختم نبوت کورس کی تاریخ و افادیت اور طلبہ کو کورس میں شرکت کی دعوت دی۔ کئی ایک طلبہ نے کورس میں شرکت کے لئے نام لکھوائے۔

جامع مسجد حنفیہ اسلام آباد: مولانا مفتی عبدالرشید عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اسلام آباد کے امیر ہیں، ان سے قبل ان کے والد محترم مولانا عبدالروفؒ جو کئی ایک مدارس میں بخاری شریف پڑھاتے تھے، اسی نسبت سے شیخ الحدیث کے لقب سے مشہور تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی شوریٰ کے رکن اور مجلس اسلام آباد کے امیر تھے۔ آپ اسلام آباد اوقاف کے خطیب بھی تھے۔ ان کے بعد ان کے فرزند ارجمند مولانا مفتی عبدالرشید مدظلہ جامع مسجد حنفیہ کے خطیب اور مجلس اسلام آباد کے امیر ہیں۔ ان کی مسجد جامع مسجد حنفیہ میں ۱۸؍دسمبر مغرب کی نماز کے بعد بیان کیا اور رات کا قیام عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دفتر اسلام آباد میں رہا۔

دارالعلوم جامعہ محمدیہ: دارالعلوم کے بانی مولانا مفتی مجیب الرحمٰن مدظلہ ہیں، انتہائی سلیقہ شعار اور صفائی پسند انسان ہیں۔ مسجد، مدرسہ اور دفتر خوبصورتی اور صفائی میں اپنی مثال آپ ہیں۔ موصوف دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی کے فاضل ہیں۔ انہوں نے بتلایا کہ شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خانؒ علماء دیوبند کے عاشق صادق تھے۔ حیات و ممات کے مسئلہ میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند نے ۱۹۵۶ء میں جو فیصلہ فرمایا اس کے پابند تھے۔ موصوف نے کہا کہ ایک مرتبہ تعلیم القرآن کی منتظمہ نے انہیں کسی تقریب میں مہمان خصوصی کے طور پر بلایا تو میں نے اپنے بیان میں بتلایا کہ میں خود اس واقعہ کا عینی شاہد ہوں کہ ایک پروگرام میں مولانا سیّد عنایت اللہ شاہ بخاری نے تعلیم القرآن کے اسٹیج پر حیات و ممات کا مسئلہ شروع کر دیا تو مولانا غلام اللہ خانؒ نے اسٹیج پر جا کر شاہ صاحب سے مائک چھین لیا اور فرمایا کہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے فیصلہ کے بعد میرے اسٹیج پر اس فیصلہ کے خلاف بیان نہیں ہو سکتا۔ مفتی صاحب نے شیخ کے بعد شیخ کے فرزند ارجمند مولانا قاضی احسان الحق کے متعلق بتلایا کہ وہ بھی اپنے والد محترم کے ذوق کے ترجمان تھے، اپنے اسٹیج پر ایسے لوگوں کو نہیں بلاتے تھے۔

راقم نے کہا کہ شیخ القرآن کے ایک فرزند ارجمند مولانا حسین علیؒ جامعہ خیرالمدارس ملتان کے فاضل تھے، انہوں نے ۱۹۷۴ء میں جامعہ خیرالمدارس ملتان سے دورۂ حدیث شریف کیا۔ یہ سال راقم کا جلالین شریف والا سال تھا۔ حافظ محمد صدیق کو شیخ نے ان کا نگران اور خادم بنا کر بھیجا تھا، کیونکہ مولانا حسین علی غالباً مرگی کے مریض تھے، تو انہیں سنبھالنے کے لئے حافظ محمد صدیق ساتھ تھے۔ جناب قاضی احسان الحق کی وفات ہوئی تو اس وقت راقم اپنے ایک ساتھی سابق مبلغ مولانا محمد علی صدیقیؒ کی معیت میں حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینیؒ فاضل دیوبند خلیفہ مجاز شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے اور اطلاع ملی کہ شیخ القرآن کے فرزند ارجمند مولانا قاضی احسان الحق انتقال فرما گئے، تو ہم ان کے ادارہ میں پہنچے تو وہاں کئی ایک حضرات تشریف فرما تھے اور اکابر کے واقعات بیان ہو رہے تھے۔ حافظ محمد صدیق نے ایک واقعہ سنایا کہ حضرت تھانویؒ کی خدمت میں کچھ حضرات آئے اور کہا کہ ہمارا کنواں بارہ مہینے گرم رہتا ہے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ ایک لوٹا پانی کا لائیں، چنانچہ پانی کا لوٹا لایا گیا۔ حضرتؒ نے پانی پر پڑھ کر کچھ دم کیا اور فرمایا کہ کنویں میں ڈال دیں۔ چنانچہ پانی ڈالنے کے بعد کنویں کا پانی نارمل ہو گیا۔ راقم نے حافظ محمد صدیق صاحب سے وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا کہ کنواں جہاں کھودا گیا تھا وہاں قبریں تھیں اور قبروں کو عذاب ہو رہا تھا۔ راقم نے کہا کہ اس کا مطلب ہے کہ اسی قبر میں عذاب و ثواب ہوتا ہے۔ یہ سن کر حافظ محمد صدیق صاحب کا ایک رنگ آئے اور ایک جائے، کیونکہ مماتی

حضرات اس قبر کو قبر نہیں مانتے۔ مولانا مفتی محمد یونس مدظلہ سے کافی دیر گفتگو کا سلسلہ جاری رہا۔

جامعہ اسلامیہ گلستان کالونی راولپنڈی: جامعہ کے بانی مولانا قاری فضل ربی ہیں جو بٹگرام ہزارہ کے رہنے والے ہیں۔ ان کے مدرسہ میں دورۂ حدیث شریف سمیت تمام اسباق ہوتے ہیں۔ ظہر کی نماز کے بعد جامعہ میں بیان ہوا، کئی ایک طلبہ نے نام لکھوائے۔ مدرسہ تعلیم القرآن کے نام سے مدرسہ کی بنیاد ۱۹۵۴ء میں رکھی گئی طلبہ کے اژدہام کی وجہ سے ۱۹۸۹ء میں گلستان کالونی میں مدرسہ کا آغاز ہوا۔ مدرسہ کی دوسری شاخوں سمیت طلبہ کی تعداد ۱۱۴۲ ہے۔

مدرسہ ریاض العلوم: مدرسہ کے بانی مولانا مفتی محمد رضوان ہیں، چھوٹی سی جگہ پر کافی تعداد میں طلبہ زیر تعلیم ہیں۔ سادسہ تک تعلیم ہوتی ہے۔ سادسہ کے کئی ایک طلبہ نے کورس میں شرکت کے لئے نام لکھوائے۔ ۱۹/دسمبر مغرب کی نماز کے بعد مولانا محمد طارق سلمہ مبلغ راولپنڈی ڈویژن کی معیت میں بیان ہوا۔

جامعہ فرقانیہ کوہاٹی بازار: جامعہ میں ۲۰/دسمبر کو صبح ۱۰ سے ساڑھے دس تک بیان ہوا۔ جامعہ فرقانیہ کے بانی مولانا عبدالحکیم ہزارویؒ تھے۔ ہمارے حضرت خواجہ صاحبؒ اس کے سرپرست رہے۔ مولانا عبدالحکیمؒ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں جمعیت علماء اسلام کے پلیٹ فارم سے ایم این اے بنے، مجاہد ملت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کے ساتھیوں میں سے تھے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے فرزند ارجمند مولانا عبدالحمید ہزاروی مدظلہ مہتمم بنائے گئے۔ ہمارے راولپنڈی مجلس کے امیر مولانا قاضی مشتاق احمد مدظلہ اسی جامعہ کے شیخ الحدیث ہیں۔ مجلس راولپنڈی کے سابق ناظم اعلیٰ مولانا قاری زرین احمد خانؒ اسی جامعہ کے ناظم اعلیٰ رہے ہیں۔ یہاں بھی کئی ایک طلبہ نے کورس میں شرکت کے لئے نام لکھوائے۔

جامعہ علوم شرعیہ بکری چوک: جامعہ کے بانی مولانا حماداللہ ہیں۔ یہاں بڑے بڑے علماء کرام استاذ رہے۔ مجلس اسلام آباد کے سابق امیر مولانا عبدالرؤفؒ یہاں شیخ الحدیث رہے۔ موجودہ امیر بھی یہاں استاذ ہیں۔ جامع مسجد امیر حمزہ الہ آباد راولپنڈی کے بانی مولانا ممتاز احمد تونسوی مدظلہ ہیں، آپ نے مسجد سے ملحق مدرسہ قائم کیا ہوا ہے، جس میں خاصی تعداد میں طلبہ زیر تعلیم ہیں۔ ان کی استدعا پر راولپنڈی کے مبلغ مولانا محمد طارق سلمہ نے ۲۰/دسمبر کو ظہر کی نماز کے بعد بیان رکھا۔ جس میں بڑی کلاسوں کے طلبہ تو نہیں تھے۔ تاہم عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت وضرورت پر بیان ہوا۔

جامع مسجد تلہ گنگ: مسجد کے بانی حضرت مولانا فضل احمد عثمانی تھے، جو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی شوریٰ کے رکن رہے۔ آپ نے جامعہ عثمانیہ کے نام سے ادارہ قائم کیا اور ۲۴/جون ۱۹۷۹ء تک ادارہ کے مہتمم اور جامع مسجد کے خطیب رہے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے فرزند ارجمند مولانا قاری سعید احمدؒ جامعہ عثمانیہ کے مہتمم اور مرکزی جامع مسجد کے خطیب رہے۔ اس وقت جامع مسجد کے خطیب ہماری مرکزی شوریٰ کے رکن مولانا قاری عبیدالرحمٰن مدظلہ ہیں۔ ۲۰/دسمبر راولپنڈی سے سفر کر کے رات کا آرام وقیام جامع مسجد کے حجرہ میں رہا اور حضرت قاری صاحب مدظلہ کے حکم پر عشاء کی نماز کے بعد درس بھی ہوا۔

کندیاں میں دفتر کا قیام: ضلع میانوالی کے مبلغ مولانا محمد نعیم سلمہ ہمارے استاذ جی حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ کے شاگرد رشید ہیں۔

جناب محمد علی خان خاکوانی رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت

سردار فضل محمود خان خاکوانیؒ ہمارے حضرت اقدس خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمد نوراللہ مرقدہ کے خدام میں سے تھے، ان کی بیعت کے متعلق راقم پہلے لکھ چکا ہے۔ موصوف ۱۹۷۰ء میں ایس ایس پی ملتان کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے۔ اللہ پاک نے نرینہ اولاد سے نوازا ان کے فرزندان گرامی میں سے ایک فرزند گرامی ڈاکٹر خالد خانؒ تھے جو کئی سال پہلے وفات پاچکے ہیں۔ جناب محمد علی خانؒ بھی خانقاہ شریف کے متعلقین میں سے تھے۔ اللہ پاک نے انہیں اولاد سے سرفراز فرمایا۔ ان کی تعلیم وتربیت کی، دنیاوی طور پر بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہوکر قوم کی خدمت میں مصروف ہیں۔ سردار فضل محمود خاکوانیؒ کے تمام بیٹے ڈاکٹر خالد خانؒ، جناب محمد علی خانؒ، حافظ عبیداللہ خان، حافظ ڈاکٹر حمیداللہ خان موخرالذکر بہاولپور میڈیکل کالج میں پروفیسر کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیتے رہے۔ ریٹائر ہونے کے بعد دارالعلوم اسلامی مشن بہاولپور کے ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ سردار صاحب کے بیٹے اور پوتے سب خانقاہ شریف کے متعلقین میں سے ہیں۔ صوم وصلوٰۃ کے پابند ہیں۔ سردار صاحب عالمی تحفظ ختم نبوت کی مرکزی شوریٰ کے رکن رہے۔ اس نسبت سے ان کا سارا خاندان مجلس سے متعلق ہے۔ مجلس کے ساتھ مالی تعاون کرنے میں بخل سے کام نہیں لیتے۔ سردار محمد علی خان خاکوانیؒ بھائیوں میں سے دوسرے نمبر پر تھے۔ ان کی نماز جنازہ ۱۵/دسمبر ۲۰۲۱ء کو نبیرہ امیر شریعت جناب سیّد کفیل شاہ بخاری مرکزی امیر مجلس احرارِ اسلام کی اقتداء میں ملتان میں ادا کی گئی اور انہیں اپنے والد محترم کے زیر سایہ حسن پروانہ ملتان کے قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ اللہ پاک ان کی بال بال مغفرت فرمائیں اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین۔ (مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

حضرت صاحبزادہ عزیز احمد مدظلہ، حضرت صاحبزادہ خلیل احمد مدظلہ سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کی سرپرستی اور حضرت خواجہ صاحبؒ کے ایک اورفرزندار جمند صاحبزادہ نجیب احمد مدظلہ کی ضلعی صدارت میں ضلع میانوالی میں جماعتی کام بھرپور طریقہ سے ہورہا ہے۔ کندیاں شہر کی تشکیل نوجوانوں پر مشتمل ہے، جو درج ذیل ہیں: امیر:راؤ عبداللہ واجد، نائب امیر: مولانا محمد اشفاق احمد،ناظم اعلیٰ: جناب محمد یاسر۔

میانوالی شہر میں پروگرام: میانوالی شہر کی جامع مسجد ہسپتال والی میں ۲۲/دسمبر کو حضرت صاحبزادہ نجیب احمد کی صدارت میں پروگرام ہوا، جس میں شہر کے علماء کرام سمیت نمازیوں نے شرکت کی۔ راقم الحروف کا عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت پر تفصیلی بیان ہوا۔

خانقاہ سراجیہ میں حاضری: ۲۲/دسمبر رات کا آرام وقیام خانقاہ سراجیہ میں ہوا۔صبح آٹھ بجے سے ساڑھے آٹھ بجے تک جامعہ سراجیہ کے طلبہ و اساتذہ کرام سے بیان ہوا۔جس میں چناب نگر کورس میں شرکت کی دعوت دی گئی۔کئی ایک طلبہ نے شرکت کے ارادے فرمائے۔ خانقاہ و مدرسہ سراجیہ کا نام سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کے معروف شیخ حضرت اقدس خواجہ سراج الدینؒ مدفون موسیٰ زئی شریف ڈیرہ اسماعیل خان کے نام پر رکھا گیا۔ حضرت خواجہ سراج الدینؒ کا فیضان برصغیر پاک و ہندسمیت پوری دنیا میں پھیلا۔صوبہ خیبر پختونخواہ اور پنجاب کے کئی ایک مشائخ طریقت ان کے فیض یافتہ ہیں۔ انہیں مشائخ میں خانقاہ سراجیہ کندیاں کے بانی حضرت اقدس احمد خانؒ بھی شامل ہیں۔ میرے حضرت عبداللہ بہلویؒ کے ایک شیخ حضرت فضل علی قریشیؒ بانی خانقاہ مسکین پورشریف ضلع مظفر گڑھ بھی انہیں کے خلیفہ ہیں اور ایسے ہی حضرت والا کے ایک اور شیخ مولانا حسین علی واں بھچرویؒ کے بعد حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانویؒ نے خانقاہ کا دیپ جلائے رکھا۔ ہمارے حضرت اقدس خواجہ خواجگان مولانا خان محمدؒ نے تو خانقاہ کو چہاردانگ عالم میں شہرت سے سرفراز فرمایا۔ حضرت والا کی وفات کے بعد حضرت مولانا صاحبزادہ خلیل احمد مدظلہ سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ الحمدللہ! خانقاہ سراجیہ آب و تاب کے ساتھ چمک رہی ہے۔حضرت خواجہ خواجگانؒ کے ایک فرزند ارجمند صاحبزادہ رشید احمدؒ کی وفات کے بعد خانقاہ شریف حاضری کو راقم نے لازمی قرار دیا تاکہ ان کی تعزیت ہوسکے اوران کی قبر پر فاتحہ! چنانچہ ۲۳/دسمبر کو صبح دس بجے حضرت صاحبزادہ خلیل احمد مدظلہ سے ملاقات ہوئی اور حضرات کرام کے مزارات پر حاضری اور فاتحہ خوانی کی سعادت نصیب ہوئی۔

جامعہ قادریہ بھکر میں: مقامی مبلغ مولانا محمد ساجد سلمہ کی معیت میں ۲۳/دسمبر کو ۱۲ سے ساڑھے بارہ تک بیان ہوا اور طلبہ کو کورس میں شرکت کی دعوت دی۔ جامعہ قادریہ کے بانی یادگار اسلاف حضرت مولانا محمد عبداللہؒ تھے۔ آپ نے جامعہ کا نام اپنے شیخ اول حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کے نام پر رکھا، جو ہماری پوری جماعت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے پیرومرشد تھے۔بانی جامعہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے اراکین میں سے تھے، کہ بقول آپ کے مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ نے آپ کو جمعیت علماء اسلام میں شمولیت کی دعوت دی۔ آپ نے فرمایا کہ میں شاہ جیؒ (امیر شریعت) اور مولانا محمد علی جالندھریؒ کی اجازت کے بغیر کسی اور جماعت میں شامل نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ مولانا ہزارویؒ کے حکم پر میں نے مجلس کے مذکورہ بالا راہنماؤں سے اجازت طلب کی تو ان حضرات نے جمعیت میں شمولیت کی اجازت دے دی تو جمعیت میں مقامی ضلعی صوبائی عہدوں سے ہوتے ہوئے مرکزی سرپرست اعلیٰ کے عہدہ پر فائز رہے۔ مولانا کی وفات کے بعد حضرت مولانا کے فرزند ارجمند مولانا صفی اللہ مدظلہ جامعہ کے مہتمم مقرر ہوئے۔ بوقت تحریر آپ جمعیت علماء اسلام کے صوبائی ناظم اعلیٰ ہیں۔

جامعہ قاسمیہ شرف الاسلام چوک سرور شہید: میرے تبلیغی دورہ کا یہ آخری پروگرام تھا کہ ۲۳/دسمبر عصر کی نماز کے بعد جامعہ قاسمیہ شرف الاسلام میں بیان کیا۔ جامعہ کے بانی ہمارے استاذ محترم کے مایہ ناز شاگرد حضرت مولانا عبدالمجید فاروقیؒ تھے۔مرحوم نے دورۂ حدیث شریف دارالعلوم کبیر والا سے کیا، جس کے بانی فاضل دیوبند حضرت مولانا عبدالخالقؒ المعروف صدر صاحب تھے۔ ہمارے استاذ جیؒ بھی ایک عرصہ تک دارالعلوم کبیر والا میں مدرس رہے، آپ کی مشکوٰۃ شریف کا سبق پورے پنجاب میں مشہور تھا۔طلبہ پنجاب کے طول و عرض سے استاذ جیؒ سے مشکوٰۃ شریف پڑھنے کے لئے آتے رہے اور بلا مبالغہ ہزاروں علماء کرام نے آپ سے مشکوٰۃ شریف اور دوسری کتابیں پڑھیں۔ ان میں سے ایک عالم ربانی حضرت مولانا عبدالمجید فاروقیؒ بھی تھے، چند ماہ پہلے جن کا انتقال ہوا۔حضرت مرحوم کے فرزند ارجمند مولانا سعیداللہ مدظلہ کی اجازت سے ۲۳/دسمبر عصر کی نماز کے بعد بیان ہوا اور ملتان واپسی ہوئی۔

رعایتی قیمت

مطبوعات عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	رعایتی قیمت
1	قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ	پروفیسر محمد الیاس برنیؒ	350
2	رئیس قادیان	ابوالقاسم مولانا محمد رفیق دلاوریؒ	300
3	ائمہ تلبیس	ابوالقاسم مولانا محمد رفیق دلاوریؒ	250
4	تحفہ قادیانیت (چھ جلدیں)	حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ	1200
5	فتاوی ختم نبوت (تین جلدیں)	مولانا سعید احمد جلالپوری شہیدؒ	1000
6	تحریک ختم نبوت (10 جلد مکمل سیٹ	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	2500
7	مقدمہ بہاولپور مکمل سیٹ (تین جلدیں)	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	1000
8	محاسبہ قادیانیت .جلد نمبر 1 تا 15 (مزید جلدوں کی اشاعت جاری ہے)	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	3750
9	قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر بحث کی مصدقہ رپورٹ (5 جلدیں)	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	1000
10	قادیانی شبہات کے جوابات (کامل)	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	300
11	چمنستان ختم نبوت کے گلہائے رنگارنگ (5 جلدیں) مکمل سیٹ	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	1200
12	آئینہ قادیانیت	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	150
13	ایک ہفتہ شیخ الہندؒ کے دیس میں	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	120
14	قادیانیوں سے فیصلہ کن مناظرے	جناب محمد متین خالد صاحب	120
15	سیرت حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا	ابوالقاسم مولانا محمد رفیق دلاوریؒ	150
16	تذکرہ مجاہدینِ ختم نبوت	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	150
17	خطبات شاہین ختم نبوت (دوجلدیں)	مولانا محمد بلال ،مولانا محمد یوسف ماما	400
18	اسلام اور قادیانیت ایک تقابلی مطالعہ	مولانا عبدالغنی پٹیالویؒ	150
19	مجموعہ رسائل (ردقادیانیت) (دوجلدیں)	رسائل اکابرین	400
20	قادیانیت کا تعاقب	مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ ،مولانا قاضی احسان احمد	120
21	ختم نبوت کورس	مفتی مصطفیٰ عزیز	200

نوٹ: ...... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت تبلیغی ادارہ ہے۔ تبلیغ کے نقطہ نظر سے تقریباً لاگت پر کتب مہیا کی جاتی ہیں

ملنے کا پتہ:...... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان ...... جامعہ عربیہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر ضلع چنیوٹ